تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹	۱۰ رمئی ۱۹۹۲ء ____ ۷ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ	شمارہ ۱۳

ادارہ

(ع، ع، ن)

صِبغت اللہ

۲۸ راپریل (۱۹۹۲ء) کا دن صرف افغانستان کی تاریخ کا روزِ سعید نہیں بلکہ ہم تمام مسلمانوں کے لئے روزِ عید سے بڑھ کر عید کا دن تھا۔ کامرانی و سربلندی کا یہ لمحہ دس بیس سال میں نہیں بلکہ کئی صدیوں کے انتظار کے بعد نصیب ہوا ہے۔ ناکامیوں کا ایک تسلسل تھا جو کئی سو برس سے چلا آرہا تھا۔ آج شہدائے اسلام عالم برزخ سے اپنے خون سے سینچے ہوئے پودے کو لہلہاتا ہوا دیکھ رہے ہوں گے، افغانی مجاہدین کی سرخی نے آج امت اسلامیہ کو سرخرو کردیا، مصنوعی اور غیر فطری سرخی کو سویرا دیکھنا نصیب نہیں ہوا، وہ تاریکی میں نمودار ہوئی اور تاریکی ہی میں سمٹ کر ایک سیاہ داغ بن کر انسانیت کی پیشانی پر ابھری اور مٹ گئی تاریخ کے دھندلکے میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئی، اور اس ایک سرخی پر کیا موقوف، ہر رنگ زوال پذیر ہے، مٹنے ہی کیلئے ابھرتا ہے، خواہ وہ لیبیا کا سبز رنگ ہو یا ہندوستان کی ایک سیاسی تنظیم کا زعفرانی رنگ، یہ سب مٹنے ہی کیلئے ابھرے ہیں، باقی رہنے والا رنگ، سدا بہار رنگ، ہمہ گیر اور پختہ گیر رنگ صرف خدائے وحدہ لاشریک کا رنگ ہے

صبغة الله ومن أحسن من الله صبغة خدا کا رنگ ـ اور خدا سے بہتر رنگ کس کا ہے

یہ محض قافیہ سنجی یا رعایت لفظی نہیں ہے۔ رحمت حق کا ظہور معنوی ہے کہ مولانا شیخ صبغت اللہ مجددی، جدید مسلم افغانستان کے پہلے صدر قرار پائے، یہ فال نیک ہے کہ اب انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہی کا رنگ ہر رنگ پر غالب رہے گا۔

ٹیلی ویژن پر جب ایک جھلک دکھائی گئی کہ ایک صاحب جبہ، دستار، نورانی شکل و شباہت کا مرد مجاہد اپنی متواضع چال سے سادہ پروقار انداز میں کرسی صدارت کی طرف بڑھ رہا ہے تو بے اختیار بحتری کے وہ اشعار یاد آگئے، جو اس نے متوکل باللہ کے لئے عید کی مبارکباد کے طور پر لکھے تھے۔

وَمشيتَ مِشيةَ خاضِعٍ متواضعٍ ۔۔۔ لله لا يُزهى ولا يَتكبّرُ

فلو أن مشتاقا تكلّف فوق ما ۔۔۔ في وسعه لسعى إليك المنبر

(آپ تواضع و انکساری کی چال سے چلے، اور یہ تواضع و خاکساری اللہ تعالیٰ کیلئے تھی جس کے حضور نہ کوئی اپنی خوبیوں کی نمائش کرسکتا ہے نہ تکبر کرسکتا ہے اگر کوئی صاحب اشتیاق اپنی طاقت سے بڑھ کر اظہار عقیدت کی طاقت رکھتا تو یہ منبر جس پر آپ بیٹھنے جارہے ہیں خود بڑھ کر آپ کی طرف آجاتا)

شیخ صبغت اللہ مجددی، ۲۰ سالہ جلاوطنی کے بعد ۶۹ سال کی عمر میں اپنے وطن واپس آئے ہیں۔ داؤد خاں کی وزارت کے زمانہ میں گرفتار بھی ہوئے تھے، جرم تو کوئی فرضی لگایا گیا تھا، مگر اصل جرم دعوت دینی کے لئے سرگرم ہونا تھا، اس زمانہ کے ایک روزنامہ نے ان کے اور ان کے رفقائے کار کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ لوگ رجعت پسندی کے داعی ہیں، قوم کو کئی صدی پیچھے لیجانا چاہتے ہیں۔ عورتوں کو پردہ میں رکھ کر پسماندہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اس راہ کی دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان کا بس چل گیا تو جنگل کا قانون چلے گا۔ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے زانی سنگسار کئے جائیں گے اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

آئے دن کی بلا سبب اور بلا جرم گرفتاریوں سے نجات پانے کے لئے یہ لوگ ملک چھوڑ کر باہر جانے کے لئے مجبور ہوگئے تھے ان کے جانے سے ان لوگوں کو سکون ہوا جو حکومت کو ان کے حق میں مشورہ دے رہے تھے کہ،

أخرجوهم من قريتكم إنهم أناس يتطهرون ان کو اپنی بستیوں سے باہر نکال دو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے پاکباز بنتے ہیں۔

شیخ مجددی اپنی خود عائد کردہ جلاوطنی کے دوران چند دن حجاز میں بھی رہے اور رابطہ عالم اسلامی کے عملہ سے تعاون کرتے

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ پچاس روپے ۵۰/-
فی شمارہ ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی۔ یورپی ۔ افریقی وامریکی ممالک
۲۵/- ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰/- ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

◯

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں، نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت کردیں۔

درس حدیث

نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنے کی اہمیت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ____ ترجمہ شمس الحق ندوی

حدثنا ابوبكر بن أبي شيبة حدثنا وكيع عن سفيان وحدثنا المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة كلاهما عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب وهذا حديث أبي بكر قال: أول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلوة مروان فقام اليه رجل، فقال: الصلوة قبل الخطبة فقال: قد ترك ما هنالك، فقال ابوسعيد: أما هذا فقد قضى ما عليه، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول «من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع بلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الايمان

ابوبکر ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں عید کے دن نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ دیا وہ مروان ہے جب اس نے نماز سے قبل خطبہ دیا تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ نماز سے پہلے خطبہ؟ تو اس نے کہا اب یہ معمول نہیں رہا ہے۔ ابوسعیدؓ نے کہا بہرحال اس شخص نے اپنی ذمہ داری پوری کردی میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

"تم میں سے جو شخص بھی غلط کام کو دیکھے اسکو اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو اسکو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔[1]

اچھائی کی دعوت دینا، ترغیب وشوق دلانا، برائی سے روکنا اور منع کرنا یہ وہ دو اہم بنیادی ستون ہیں، جن پر معاشرہ کی بہتری و درستگی کا انحصار ہے، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یہ امت مسلمہ ہی کا امتیاز و خصوصیت ہے، جیسا کہ وہ اپنی روایات صفات و خصوصیات میں دوسری قوموں سے ممتاز و نمایاں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله" (آل عمران۔ ۱۱۰)

مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو، اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اسطرح بیان فرمائی ہے "يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (اعراف، ۱۵۷)

"وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں"۔

بہترین و مثالی مسلم معاشرہ جو سختی سے دین پر جما ہوا ہو اسکی سب سے نمایاں نشانی اور پہچان، خوبی اور خصوصیت یہی ہے کہ اس میں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا رواج و چلن ہو، اس میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم کو دل کے کانوں سے سنتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں، بہرحال یہ بات تو متعین ہے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ معاشرہ کی خیر و بہتری اور اس کے فساد و بگاڑ کا تعلق شریعت کے محافظین اور اس نازک ذمہ داری کے سلسلہ میں انکے فکر و اہتمام سے ہے، وہ اصلاح کے جتنے فکرمند ہوں گے اتنا ہی معاشرہ میں سدھار پیدا ہوگا اور کوتاہی برتنے کی صورت میں معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ دعوت کا یہ کام نہایت نازک و پرخطر ہے، اللہ کی راہ میں اس نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں انبیاء کرام اور داعیوں کو ہمیشہ ابتلاء و آزمائش کے دور سے گذرنا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذين يكفرون بآيات الله ويقتلون النبيين بغير حق ويقتلون الذين يأمرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب أليم (آل عمران ۲۱)

جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہتے ہیں، اور جو انصاف (کرنے) کا حکم دیتے ہیں انھیں بھی مار ڈالتے ہیں انکو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنادو۔

معقل بن ابومسکین آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام آسمانی صحیفہ کے بغیر آتے تھے تو بنی اسرائیل ان انبیاء کرام کو قتل کردیتے تھے، ان انبیاء کرام کے متبعین دعوت کا کام شروع کرتے ان کو عدل وانصاف کا حکم کرتے تو یہ لوگ ان کو بھی قتل کردیتے تھے، حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ بدترین لوگ ہیں جو عدل وانصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرتے ہیں، وہ بدترین لوگ ہیں جو نہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں نہ برائی سے روکتے ہیں، وہ بدترین لوگ ہیں جن کے شر سے بچنے کیلئے مومن کو تقیہ سے کام لینا پڑتا ہے"۔

اس طرح کی آیات واحادیث کثرت سے پائی جاتی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر گذشتہ قوموں میں واجب تھا۔ اس لئے کہ یہ اسلامی زندگی کی روح واساس ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر قرطبی فرماتے ہیں کہ وہ رسالت کا فائدہ اور نبوت کی میراث وجانشینی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جس نے نیکی کی دعوت دی اور منکر و ناپسندیدہ باتوں سے روکا وہ روئے زمین پر خدا کا خلیفہ، اس کے رسول کا جانشین اور اس کی کتابوں کا قائم مقام ہے"۔

درّہ بنت ابولہب فرماتی ہیں کہ ایک آپ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اسی حال میں ایک شخص آیا اور عرض کیا اللہ کے رسول لوگوں میں سب سے بہتر کون شخص ہے آپ نے فرمایا "لوگوں میں جو شخص سب سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا ہو، اور سب سے بڑھ کر اللہ کے حکموں کا پاس و لحاظ کرنے والا ہو، رشتوں کو سب سے زیادہ جوڑنے والا ہو"۔ تنزیل میں ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی خمیر کے ہیں وہ برائی کی دعوت دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔۔۔

سو اللہ تعالےٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مومن ومنافق کے درمیان امتیازی شان بنادیا ہے، امام نوویؒ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس طرح وضاحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں "وہ نہایت اہم بات ہے، یہی صلاح وفلاح کی اصل روح ہے، جب خباثت و برائی بڑھ جاتی ہے تو اس کی سزا نیک و بد دونوں ہی کو ملتی ہے، اگر نیک لوگ بروں کو برائی سے نہیں روکتے، ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑتے تو جلد ہی اللہ تعالیٰ سب کے سب کو سزا دیتا ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب أليم" (نور ۶۳)

تو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انکو ڈرنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑجائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو"۔

اس موضوع پر کثرت آیات واحادیث مذکور ہیں جو اس کا مطالبہ کرتی ہیں کہ بندۂ مومن اس کی فکر و اہتمام کرے کہ امر بالمعروف کے منافع بہت ہیں اور اس سے غفلت ولاپرواہی کے نتائج نہایت ہی برے اور خطرناک۔

(باقی ص ۱۴ پر)

---

[1] عوام کی رعایت کرتے ہوئے پوری سند کا ترجمہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ ان کے لئے باعث طوالت ہے۔

رہے۔ اس کے بعد بلجیم جاکر مرکز اسلامی کی قیادت کی۔

پھر جب مجاہدین نے باقاعدہ آزادیٔ وطن کی جد وجہد شروع کی تو اپنے طلباء اور مریدوں کی بڑی تعداد کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوگئے۔ شیخ صبغۃ اللہ المجددی اور ڈاکٹر عبدالرسول سیاف (جنکے نام میں عربوں نے یہ تبدیلی کردی کہ بجائے عبدالرسول کے عبدرب الرسول کردیا) دونوں کابل یونیورسٹی کے سعبۂ اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ شیخ مجددی کا اختصاص حدیث نبوی ہے۔ موجودہ حکومت کی تشکیل پران دونوں فاضل اساتذہ کا بہت دانشمندانہ طرز رہا اور انہی کی مساعی سے باہمی اختلافات کی خلیج پاٹی جاسکی ہے۔

بہر حال نیا افغانستان اس طرح مسلم دانشمندوں کے ہاتھوں آیا ہے گویا جیسے کسی فرد کو حیات نو ملے تمام مسلمانان عالم کی دعائیں اور تمنائیں انکے ساتھ ہیں

قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون

"اور ان سے کہدو کہ عمل کئے جاؤ خدا اور اس کا رسول اور مومن (سب) تمہارے عملوں کو دیکھ لیں گے۔

مولانا محمد احمد صاحب کے دیرینہ رفیق ومرید باصفا

حجاج کرام سے

مولانا عبدالحفیظ حافظ مرحوم

مانگئے اللہ سے با قلب مضطر مانگئے
دیکھ کر پہلے پہل اللہ کا گھر مانگئے
صدق دل سے کیجئے اللہ کے گھر کا طواف
آئیے پڑھتے ہوئے رکن یمانی کے قریب
ملتزم پر آکے کعبہ سے چمٹئے بار بار
جائیے ابراہیم پر پڑھئے صلوٰۃ باخضوع
جائیے پھر شوق سے میزاب رحمت کے قریب
آئیے تشنہ بلب پھر چاہ زمزم کے قریب
آئیے پڑھتے ہوئے ان الصفا سوئے صفا
آپ داخل ہوں اگر اللہ کے گھر میں کبھی
عرصۂ عرفات میں ہو آپ کا جس دم قیام
لوٹ کر عرفات سے ٹھہریں جو مشعر کے قریب
آرزوئیں لے کے اپنی جائیے سوئے منیٰ
آپ جب اپنے مقدر سے مدینہ جائیے
روضۂ اقدس پہ پڑھئے باخلوص دل سلام
روضۂ جنت میں پڑھئے خوب قرآن ونماز
جس کی ہے بنیاد تقوے پر وہ مسجد دیکھئے
مانگئے رب سے کہ یہ ہے مسجد ذوالقبلتین
ہے وہاں کا چپہ چپہ قابل صد احترام

گڑگڑا کر سر جھکا کے ہاتھ اٹھا کر مانگئے
انکسار وعجز سے با دیدۂ تر مانگئے
سنگ اسود اپنی آنکھوں سے لگا کر مانگئے
ربنا کہتے ہوئے آنسو بہا کر مانگئے
اور وہاں اللہ کا دامن پکڑ کر مانگئے
درد دل کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھا کر مانگئے
سربسجدہ ہو کے حال دل سنا کر مانگئے
آب زمزم پیجئے سیراب ہو کر مانگئے
جائیے دوڑے ہوئے مروہ پہ جا کر مانگئے
خانۂ کعبہ کے اندر سر جھکا کر مانگئے
شرم سے بار گنہ کے سر جھکا کر مانگئے
رات کو اللہ سے بیدار ہو کر مانگئے
خیف کی مسجد میں اپنے رب سے اکثر مانگئے
دیکھتے ہی گنبد خضرا کا منظر مانگئے
قبلہ رو ہو کر کے پھر بہر پیمبر مانگئے
درمیان روضۂ محراب ومنبر مانگئے
جائیے سوئے قبا مسجد میں جا کر مانگئے
جائیے وہ سامنے کوہ احد پر مانگئے
مدعا یہ ہے وہاں ہر ہر قدم پر مانگئے

افغانستان میں اسلامی دعوت وتربیت کا امتحان ہے

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے اتحاد پر زور دیا

لندن قاہرہ اور جدہ سے ایک ساتھ شائع ہونے والے عالم اسلام کے مشہور ہفت روزہ "المسلمون" کی ۳۰ اپریل کی اشاعت کیلئے ایک انٹرویو۔ یہ انٹرویو المسلمون کے نمائندے کی حیثیت سے ڈاکٹر محمد یونس نگرامی نے مولانا سے رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ میں حال ہی میں لیا تھا۔

ممتاز عالم دین مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے افغانستان کی موجودہ صورت حال کے پس منظر میں قائدانہ جماعتوں میں اتحاد اور صحیح اسلامی شعور کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دعا کی ہے کہ ان کو اسے اس کی توفیق عطا کرے کیونکہ اسلام کی عزت اور شہرت کا امتحان ہے۔

مولانا مدظلہ نے اپنے انٹرویو میں انتباہ دیا کہ اس وقت ساری دنیا کی نگاہیں اور کان افغانستان میں اسلامی محاذ کی کامیابی وناکامی اور مسلمان قائدین کے طرز عمل اور کردار پر لگی ہوئی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے ناقدین و حاسدین یہ دیکھنا اور سننا چاہتے ہیں کہ مسلمان قیادت میں اختلاف رونما ہوا اور ذاتی اور جماعتی اغراض نے اپنا کام کیا۔

مولانا مدظلہ نے کہا کہ اس وقت صرف افغانستان کے حدود تک نہیں اسلام کی تعلیمات کی کامیابی اور ناکامی کا سوال اور اسلام کا اخلاقی ودعوتی اور تربیتی امتحان ہے جس کے مخالفین بڑے اہم نتائج نکالیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اس کی ضرورت ہے کہ ہر قیمت پر اتحاد، خلوص اور صحیح اسلامی شعور اور اس کی اسلامی تعلیمات اور قرن اوّل کے نمونوں کا اثر عالمی سطح پر ظاہر ہو۔ اور موجودہ قائدانہ جماعتیں اتحاد اور حقیقت پسندی اور قربانی کا ثبوت دیں۔ مولانا مدظلہ نے دعائیہ الفاظ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی توفیق دے کیوں کہ اس وقت اسلام کی عزت اور شہرت کا سوال ہے۔

بقیہ روس میں اسلام

ضمانت ہے" اور اس کے ذریعہ عوامی قوت کو کچلا جاسکتا ہے، لیکن روس کے زوال نے یہ سبق دیا کہ عقیدہ طاقت کے بل بوتے پر پیدا نہیں ہوتا" اسلحوں کی طاقت سے عقلوں کو نہ اپنا بنایا جاسکتا ہے اور نہ انھیں بدلا جاسکتا ہے، ایک سبق یہ تھا کہ محض انسانی تدابیر قوم کو سعادت سے ہمکنار نہیں کرسکتی" انسان جس قدر بھی ترقی کرجائے وہ عاجز اور بے بس ہے، اشتراکی قوت غذا کے نام پر اٹھی، اس کا نشان ہی درانتی تھا، بعض کمیونزم کے لیڈران تو یہ دعوا کرنے لگے تھے کہ انھوں نے فطرت پر قابو پالیا ہے، لیکن دنیا نے تماشا دیکھا کہ کمیونزم خود اپنے ہی میدان میں ناکام ثابت ہوا، کیوں؟ اس لئے کہ ایک غیبی قوت ہے، جس کے ہاتھ میں سارا نظام ہے قرآن نے کتنا سچ کہا ہے:

افرأیتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونہ أم نحن الزارعون، لو نشاء لجعلناہ حطاما فظلتم تفکھون، انا لمغرمون بل نحن محرومون، افرأیتم الماء الذی تشربون، أأنتم أنزلتموہ من المزن أم نحن المنزلون، لو نشاء جعلناہ اجاجا فلولا تشکرون" (واقعہ ۶۳ تا ۷۰)

(بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اسے اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چور چور کردیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے، بلکہ ہم ہیں ہی بدنصیب، بھلا دیکھو تو جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ہم اسے کھاری کردیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟)

بعض لیڈروں کا کہنا تھا کہ آج دنیا کو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ ٹکنالوجی ترقی ہے، لیکن سوویت یونین نے ٹوٹ کر اس تصور کو غلط ثابت کردیا، کیونکہ روس ٹکنالوجی میں دنیا کا دوسرا بڑا ملک تھا لیکن آج حال یہ ہے کہ روس کے سائنس داں جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں آج اپنی بھوک مٹانے کے لئے محتاج ہیں وہ پریشان حال اپنی معاش ڈھونڈھ رہے ہیں۔

روس کے بکھرنے سے حاصل ہونے والے اسباق میں سے یہ چند کا تذکرہ تھا، اسلام کے دشمنوں کو چاہئے کہ انھیں اہمیت دیں، حق یہ ہے کہ یہ اسباق عالمی فکر میں تبدیلی پیدا کریں اور ایک نئے دور کا آغاز کریں ورنہ تو جو حال روس کا ہوا ہے یورپ میں بھی وہی ہوگا اور دوسری متکبر طاقت بھی جلد ہی ٹوٹ کر بکھر جائے گی، پھر لوگ اس کے زوال کے اسباب ڈھونڈھتے پھریں گے، تاریخ کے دفینہ میں جابر قوموں کے اٹھنے اور ٹوٹنے کی بے شمار داستانیں پوشیدہ ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیرت آپ کی زبان سے

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

حضرت مولانا مدظلہ کا یہ مضمون آج سے ۵۲ سال قبل جب حضرت مولانا کی عمر ۲۵ سال تھی ماہنامہ قائد شمارہ مارچ واپریل ۱۹۴۰ء صدیق نمبر (مراد آباد) میں شائع ہوا تھا

مورخین واہل سیر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب کے کثیر التعداد اور طاقتور قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور ارتداد اختیار کیا تو اسلام کی پوری تاریخ کے اس سب سے زیادہ پرآشوب اور نازک موقع پر خلیفۂ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے ایک الہامی جملہ نکلا جو ان کے قلب مبارک کے عمیق تاثرات کا آئینہ ہے اور ہمارے نزدیک ان کی پوری سیرت کا خلاصہ ہے:

"أینقص الدین وأنا حیّ"۔

کیا اسلام میں میرے جیتے جی کمی کی جاسکتی ہے، ابوبکر زندہ ہو اور اس کی آنکھوں کے سامنے اسلام میں قطع وبرید کی جائے، بعض فرائض باقی رہیں اور بعض نکال دیئے جائیں، اس جملہ سے اس پدری نسبت وتعلق کا اظہار ہوتا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کو اسلام سے تھا اور وفاداری، اخلاص اور انابت کے اس جذبہ کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، کسی آقا کا وفادار غلام یہ کس طرح دیکھ سکتا ہے کہ اس کی موجودگی میں اس کے ولی نعمت اور محسن کا مکان منہدم کیا جائے یا اس کی مرضی کے خلاف اس میں ترمیم کی جائے، کسی کم عمر بچہ کا سرپرست کس طرح گوارہ کرسکتا ہے کہ جس بچہ کو اس نے گود میں کھلایا اور پروان چڑھایا ہے اس پر اسکی آنکھوں کے سامنے ظلم ہو، کوئی محنت شعار باغبان یہ کس طرح برداشت کرسکتا ہے کہ جس باغ کو اس نے اپنے خون پسینہ سے سینچا ہو اور وہ اس کی ساری عمر کی کمائی ہو اس کو آگ دی جائے یا اس کے درخت کاٹے جائیں حضرت ابوبکرؓ کا تعلق اسلام سے وہی تھا جو کفالی اور سرپرست اور آنحضرت کے بعد آپ کے سچے جانشین وفادار ومخلص رفیق کار کا ہوسکتا ہے، اور یہ تمام تعلقات آپ نے نہایت بلاغت کے ساتھ ایک جملہ میں ادا کردئے، واقعہ ارتداد مسلمانوں کے فہم وفراست اور ذہنی تربیت کا بڑا سخت امتحان تھا ایسا سخت امتحان کہ حضرت عمرؓ جیسا متصلب فی الدین اور اشداء علی الکفار کا نمونہ اس موقع پر تذبذب میں پڑ گیا۔

سوچنے کی بات ہے، عرب کے ان فولاد سیرت قبائل سے جنگ کرنے کا سوال درپیش ہے جو کلمہ گو ہیں، نمازی ہیں، رمضان کے روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، صرف زکوٰۃ کے تارک ہیں زبان، تمدن، اور کلچر میں آجکل کے مسلمانوں سے زیادہ مسلمان ہیں، بہترین طریقہ پر منظم ہیں، عسکری روح اور جنگی تربیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، شجاعت اور سخت جانی کا اعتراف سیف اللہ الجبار کو بھی ہے نہایت آسانی سے مسلمانوں کی بہترین فوج بن سکتے ہیں اور تھوڑی سی حکمت وسیاست سے ان کو کفر وباطل کی بیرونی طاقتوں سے ٹکرایا جاسکتا ہے۔ اگر یہ موقع اس وقت پیش آجائے اور ان سے لڑنے نہ لڑنے کا سوال مسلمانوں کے کسی اجتماع میں پیش کیا جائے جس میں مسلمان سیاستداں اور مسلمانوں کی ترقی کے محب وعاشق جمع ہوں تو اس سوال کے جوابات یہ ہوں گے۔

۱۔ زکوٰۃ پر اصرار نہ کیا جائے اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے ان سے مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں بیش بہا اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ ان کے مطالبات وشرائط تسلیم کرکے ان کو اسلامی فوج میں بھرتی کیا جائے اور ان کے ذریعہ سے روم وایران پر حملہ کیا جائے، اور یہ سلطنتیں فتح کرلی جائیں، یہ عظیم الشان سیاسی دباؤ کا فائدہ اس معمولی مذہبی نقصان کے معاملہ میں قابل لحاظ ہے۔

۳۔ نور نبوت پردہ میں آچکا ہے، قیامت کا قرب ہے زمانہ روز بروز بد سے بدتر ہوتا جارہا ہے۔ ہم کو اب زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز" کے اصول پر عمل کرنا چاہئے۔ دین کے جتنے حصہ پر عمل ہو رہا ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔

۴۔ مسلمانوں کا کلچر، تمدن اور زبان تو محفوظ ہے، قوم کی زندگی انہی چیزوں پر موقوف ہے یہی قومی تحفظ وبقا ہے۔

لیکن امت کا سب سے بڑا فقیہ، پیغمبر کا جانشین بول اٹھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز دنیا میں لے کر آئے تھے جس کے لئے ہم نے اپنوں کو غیر بنایا اور غیروں کو اپنا بنایا، جس کیلئے ہم نے عرب وعجم سے لڑائی مول لی اور سرخ وسیاہ لڑائیوں کو اپنے خلاف دعوت دی، جس کے لئے ہم گھر سے بے گھر ہوئے جس کے لئے ہم نے راتوں کی نیند اور دن کا آرام حرام کیا، جس کے لئے ہم نے کئی دن غار ثور میں سخت خطرہ کی حالت میں قیام کیا اور جس کی وجہ سے ابوقحافہ کا یہ گمنام فرزند صدیق کہلایا یہی دین تو ہے جو مشتمل ہے ان چند ارکان پر جن میں زکوٰۃ بھی ایک اہم رکن ہے ہم کو اگر محض سلطنت حاصل کرنی ہوتی اور اگر ملک فتح کرنے ہوتے، اگر صرف رومیوں اور ایرانیوں سے لڑنا ہوتا، اگر صرف عربی قبائل کی تنظیم کرنی ہوتی تو اس کے لئے ابوجہل اور ابوسفیان (قبل اسلام) کے ہاتھ پر بیعت کی جاسکتی تھی اور عرب کا کوئی قومی جھنڈا بلند کیا جاسکتا تھا۔

لیکن جب ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک مذہب اور شریعت پر ہم ایمان لائے اور اس کے لئے ہم نے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں اور اس باغ کو اپنے خون سے سینچ کر گلزار بنایا تو اس کی ویرانی ہم اپنی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتے ہیں، اگر آج یہ زکوٰۃ کے منکر ہیں تو یقین رکھو کہ کل یہ نماز کا بھی انکار کریں گے، اور پھر اس کی کیا ضمانت کہ وہ توحید پر بھی قائم رہیں گے، اور فرض کرو کہ یہ نماز، روزہ، حج بھی کرتے رہیں تو یہ زکوٰۃ کا انکار کرکے کافر ہوگئے اس لئے کہ خدا کے کسی ایک حکم کا انکار اس کی پوری شریعت کا انکار کیا ہے

أفتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم إلا خزي في الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون إلی أشد العذاب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنی پوری شریعت سپرد کی تھی ہم کو یہ امانت اسی طرح واپس کرنا چاہئے جس طرح ہمارے حوالہ کی گئی تھی قسم خدا کی اگر یہ ایک رسی بھی جو آنحضرت کے زمانہ میں دیتے تھے نہیں دیں گے تو میں ان سے آخر وقت تک لڑوں گا اور اگر کوئی میرا ساتھ نہیں دے گا تو میں تنہا ان سے جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ جو صرف بھولے ہوئے تھے یہ سن کر چونک اٹھے حضرت ابوبکرؓ کی جنبش انگشت سے ان کے دل کی گرہ کھل گئی،

شرح اللہ صدری کما شرح صدر أبی بکر۔

اور انھوں نے اپنی خلافت میں اسلامی نظام شرعی کے زکوٰۃ سے کم اہم اجزاء پر اصرار کیا اور پوری صلابت دکھائی اور اس طرح ان کے جانشینوں نے امانت ہم تک بے کم وکاست پہونچادی

جزاہم اللہ عن الاسلام خیراً۔

حضرت ابوبکرؓ کے اس کارنامہ کی روح صرف یہ ہے کہ اشخاص و جماعتوں، ملوک وسلاطین فوجی قوت مادی وسیاسی ترقی اور غلبہ واقتدار پر اسلام کے نظام کو ترجیح حاصل ہے اس کا ایک نکتہ اور ایک شوشہ اسلامی ممالک کے طویل وعریض نقشہ، فوج وسپاہ اور جاہ وحشم پر فوقیت رکھتا ہے، انبیاء کا اصل جوہر یہی ہے کہ خدا کے یہاں سے آئی ہوئی چیز کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، تمام انبیاء کی سیرتوں میں تم کو یہ چیز مشترک ملے گی اگر یہ نہ ہوتا تو ان کا دین خود ان کی زندگی میں بھی کوئی عملی شکل اختیار نہ کرسکتا۔ اور ایک ملک کا کیا ذکر ایک محلہ کا بھی قانون زندگی نہ بن سکتا، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب عرب کے سرداروں نے دنیا کی تین انتہائی دولتیں پیش کیں تو آپ نے صاف فرمادیا کہ بخدا اگر یہ میرے داہنے ہاتھ پر سورج بائیں ہاتھ پر چاند لاکر رکھ دیں تب بھی میں وہی کہوں گا جس کا مجھے خدا کی طرف سے حکم ہے،

حقیقت میں اگر کسی تعلیم اور نظام پر سختی سے اصرار نہ کیا جائے اور اس کی حفاظت کے لئے بڑے سے بڑا ایثار اور اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی نہ کی جائے تو تساہل پسند طبیعتیں اور سہل انگار بشریت کسی ضروری سے ضروری نظام پر ایک دن بھی نہ چلنے دے۔

یہودیت و عیسائیت کی عبرتناک تاریخ ہمارے سامنے ہے، اخلاقی کمزوری کی وجہ سے یا قومی ترقی کے جوش میں حامل مذہب سلاطین و ارکان دولت نے رفتہ رفتہ عام اہل ثروت و جاہ کی خاطر اپنے مذہب میں پہلے لچک پھر تحریف کرنی شروع کردی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو عارضی فائدہ ان اشخاص سے مذہب اور اہل مذہب کو پہونچا وہ تو چند دنوں میں ختم ہوگیا مگر مذہب کو جو نقصان پہونچ گیا وہ آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، اس عارضی فائدہ اور اس ابدی نقصان میں مقابلہ کرنا اور اس عارضی فائدہ کو اس ابدی نقصان کے مقابلہ میں قبول نہ کرنا وہ دینی حکمت و تفقہ ہے جس کے حضرت ابوبکرؓ اور خلفاء ثلاثہ سے لے کر مجددین امت تک آپ کے پیرو اور مقلد ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اسلامی ذہن جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے تربیت فرمائی تھی اور جو اس پیغمبرانہ قالب میں ڈھل چکا تھا یہ نقطۂ نظر کسی طرح قبول نہیں کرسکتا تھا کہ ان نیم مسلمانوں اور نام کے مسلمانوں کے ذریعہ سے عیسائیت و مجوسیت سے جنگ کی جائے، وہ پوچھتے کہ عیسائیوں اور مجوسیوں سے ہمارے جنگ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ یہی نہ کہ اسلام کا اخلاقی، دینی و سیاسی نظام پھیلایا جائے لیکن جنھوں نے خود اسلام کے پورے نظام کو قبول نہیں کیا یا اس کی پابندی نہیں کر رہے ہیں ان سے ہماری صلح اور عیسائیوں اور مجوسیوں سے ہماری جنگ کیا کوئی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ عمل ہوگا؟

پھر نظام اسلامی کے ان باغیوں نے ان غیر مسلم ممالک پر قبضہ بھی کرلیا تو کیا ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اسلام کے نظام کو وہاں قائم کریں گے کسی سلطنت کے باغیوں سے اس سلطنت کی حفاظت و تاسیس کی متعلق کوئی سلجھا ہوا دماغ قبول نہیں کرسکتا ایک بااصول گروہ، ایک اخلاقی و روحانی تحریک اور مادی بے اصول تحریک و دعوت میں بھی عظیم الشان فرق ہے کہ اول الذکر کو اپنے اصول و حدود کی حفاظت اور اپنے ضوابط و شرائط کے تسلیم کرنے پر اصرار ہوتا ہے، اس کے لئے وہ ہر قسم کا ایثار کرنے کیلئے تیار ہوتی ہے لیکن آخر الذکر اپنے ہمدردوں کی تعداد، ظاہری شان و شکوہ اور قوت دیکھتی ہے، اس قسم کی چیزیں سیلاب اور آندھیوں کی طرح آتی ہیں اور نکل جاتی ہیں۔

فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض

اسلام کمیت کے مقابلہ میں کیفیت پر نظر رکھتا ہے اس کا اصول ہے۔

"لایستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث"

وہ ظاہری عروج اور دورہ سے متاثر نہیں ہوگا،

"لایغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد، متاع قلیل ثم ماواھم جھنم وبئس المھاد"

حضرت ابوبکرؓ نے اس قرآنی حکمت کا ثبوت دیا اور اپنی فراست اور استقامت سے اسلام کے نظام زکوٰۃ کو کمزور نہ ہونے دیا تارک زکوٰۃ قبائل کے ساتھ مداہنت برتنے سے اسلام کو جو نقصان پہونچتا اور آج اسلام انحطاط و پستی کے جس مقام پر ہوتا اس کے تصور سے بھی روح گریزاں ہے، اس نقصان کی تلافی قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اسی طرح نہ کرسکتیں جس طرح مذہب عیسوی کی تحریف اور اخلاق و معاشرت پر اس کی بے اثری کی تلافی انگلستان اور فرانس کی شہنشاہیاں نہیں کرسکیں۔ آج اسلام کی تاریخ میں جا بجا پھر وہی امتحانات درپیش ہیں، دیکھنا ہے کہ پیغمبر کے جانشیں (علماء کرام) اس موقع پر کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

"وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ"

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال:۔ کیا مسجد کے چندہ کو تجارت میں لگاکر اس کے منافع سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جاسکتے ہیں؟

جواب:۔ مسجد کا جمع شدہ چندہ تجارت میں لگانا درست نہیں ہے کیونکہ تجارت میں نفع ہونا ضروری نہیں ہے نقصان بھی ہوسکتا ہے اور مسجد کے چندہ میں ایسے تصرفات جس میں مال کے ضائع ہونے کا احتمال ہو شرعاً درست نہ ہوگا

سوال:۔ کیا متولی مسجد کے چندہ میں سے کسی کو بطور قرض کچھ رقم دے سکتا ہے؟

جواب:۔ نہیں متولی کو اسکا اختیار شرعاً نہیں ہے۔

سوال:۔ بسا اوقات جیب میں ایسے بہت سے کاغذات رہتے ہیں جن میں احادیث یا قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں اور اس حال میں استنجا خانہ بھی جانا پڑتا ہے، ایسی صورت میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ ایسا شخص کیا کرے آیا مذکورہ کاغذات نکال کر رکھ دے یا ان کے رہتے ہوئے استنجا کرسکتا ہے؟

جواب:۔ جن کاغذات پر احادیث یا قرآنی آیتیں لکھی ہوئی ہیں انکو استنجا خانے جانے سے پہلے نکال کر رکھ دے۔

سوال:۔ کیا ایک شخص شراب کو اجرت لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے؟

جواب:۔ شراب حرام ہے، اور حرام شئی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا شراب کا کام کرنے والے کی مدد کرنا ہے اور یہ گناہ کا کام کرنے والے کی مدد ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لاتعاونوا علی الاثم، ... (بقرہ)

گناہ کے کاموں اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

سوال:۔ کیا نذر ماننے کے بعد پورا کرنے کا شرعاً کوئی ثبوت ہے؟

جواب:۔ ہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من نذر أن یطیع اللہ فلیطعہ، جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریگا تو اطاعت کرے

سوال:۔ ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر اس کا فلاں کام ہوگیا تو وہ ایک جانور ذبح کرکے فقراء میں اس کا گوشت تقسیم کریگا تو کیا وہ جانور کو ذبح کرنے کے بجائے اسکی قیمت صدقہ کرسکتا ہے؟

جواب:۔ نہیں جانور ذبح کرکے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کرے، اسکی قیمت صدقہ کرنے سے نذر پوری نہیں ہوگی۔

سوال:۔ جان کنی کے وقت مرنے والے کے قریب سورہ یٰسین پڑھتے ہیں کیا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب:۔ ہاں ایسا کرنا مستحب ہے حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے، کوئی شخص اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت (کی نجات) حاصل کرنے کی نیت سے تلاوت نہیں کرتا مگر اسے بخش دیا جاتا ہے اسکی اپنے مردوں پر تلاوت کرو۔ (احمد، ابو داؤد، نسائی)

سوال:۔ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ احناف کے یہاں شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی نماز جنازہ ہر میت کی طرح پڑھنا ضروری ہے۔

سوال:۔ خنزیر کے بالوں کا استعمال برش میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اسکے بالوں کا برش پائیدار ہوتا ہے

جواب:۔ موجودہ زمانہ میں خنزیر کے بالوں کے برش کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ بعض برش جو خنزیر کے بالوں کے نہیں ہوتے ہیں وہ بہت پائیدار ہوتے ہیں اور فقہاء نے ضرورت کے تحت چمڑے کو ٹانکنے کی اجازت دی تھی یجوز الانتفاع بہ للحرز للضرورۃ (ھدایۃ ج ۳ ص ۳۹)

لکھنؤ کے معروف عطریات
شمامۃ العنبر، زعفرانی حنا
مجموعہ وغیرہ

طلب فرمائیں
کارخانہ محمد سلیمان اینڈ یوسف
یوسف بلڈنگ ۱۰۰ ناداں محل روڈ
لکھنؤ

روس میں اسلام کیوں نہیں مٹا

بقلم: مولانا واضح رشید صاحب ندوی
ترجمہ: محمد نعیم اختر ندوی
(AP ۲۲)

مغربی ذرائع ابلاغ نے پورے زور و شور کے ساتھ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا ہے، بڑے بڑے لیڈران، ممبران پارلیمنٹ، مفکرین اور اہل قلم کا پورا تعاون اس پروپیگنڈہ کو مل رہا ہے، مضامین ملاقات، سیمنار اور رپورٹیں اس مقصد کے لئے تیار کی جارہی ہیں، اور انھیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ نشر کرکے عام ذہنوں میں یہ تاثر بٹھایا جارہا ہے کہ اسلامی بنیاد پرستی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اسلامی انتہاپسندی ایک سنگین خطرہ کی گھنٹی ہے، اس سے امن و امان کو خطرہ لاحق ہے، اسلام سے گھبرائے ہوئے یہ لوگ پوری دنیا کو اس خطرہ کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔

یہ کوشش اس وقت سے اور تیز ہوگئی ہے جس وقت سے روس ٹوٹا ہے اور کمیونزم کو مسیحی سرمایہ دار یورپین ملکوں کے مقابلہ سے ہٹنا پڑا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ یہ پروپیگنڈہ اور کوشش اسلام سے گھبراہٹ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے، یورپین ممالک کو اسلام سے خوف و گھبراہٹ آج ہی نہیں اس وقت بھی رہی ہے جب یورپ کو دنیا پر غلبہ و تسلط حاصل تھا اور مسلم ممالک میں اس کی آبادکاری جاری تھی، جبر و تشدد کے تمام وسائل اختیار کرکے مسلمانوں کو ختم کرنے اور ان کی یادگاروں کو مٹانے کی کوشش چل رہی تھی، البتہ روسی نظام کے بکھرنے کے بعد یہ گھبراہٹ اور تیز ہوگئی ہے، اسلامی جمہوریاؤں نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور نئی قوت بن کر اپنے سیاسی دور کا آغاز کیا ہے، اس چیز نے انھیں اور بھی پریشان کردیا ہے۔ اس گھبراہٹ اور پریشانی کے مختلف اسباب ہیں:

زوال روس کے تاریخی واقعہ سے قبل یورپ کا عام نظریہ یہ تھا کہ فوجی طاقت اور ٹکنالوجی ترقی ہی دنیا پر حکمرانی دلاسکتی ہے، مشینوں کی ایجاد ہی سے برتری اور غلبہ حاصل ہوسکتا ہے، زراعت اور تعمیرات کے جدید سائنسی ذرائع ہی خوشحالی کی ضمانت ہیں، اور جبر و تشدد کے طریقے اختیار کرکے آزادی کو چھین کر، منہ پر تالا لگاکر اور دماغ کو دھو کر (برین واشنگ کرکے) ذہنوں اور دلوں کو بدلا جاسکتا ہے اور پرانے انسان کے وجود سے نئے فکر و خیال کا انسان تیار کیا جاسکتا ہے۔

یورپ کو خیال تھا کہ ایمان و یقین اور ذہنی عقیدہ بھی ایک لباس مانند ہے جس کو انسان بدل سکتا ہے، یا وہ کسی کارخانہ کی مصنوعات یا زراعتی پیداوار کی طرح ہے، جس کی تیاری کا پورا انحصار کاریگر یا کاشتکار پر ہوتا ہے، کاشتکار اپنی کاشت کو بدل سکتا ہے، کاریگر اپنی مصنوعات میں تبدیلی کرسکتا ہے وہ چاہے تو اپنے کارخانہ میں بندوق تیار کرے اور چاہے تو پل بنائے، اسی طرح کاشتکار کو اختیار ہے خواہ وہ گیہوں کی کاشت کرے یا چاول کی۔

یورپ والوں کو یہیں پر مغالطہ ہوا جب انھوں نے انسان کو بھی ایک ایسا حیوان تصور کرلیا جس کی جس طرح چاہے تربیت کی جاسکتی ہے، پھر انھوں نے انسان کو مصنوعات اور پیداوار تصور کیا اور انسان کے لئے بھی اسی طرح منصوبے تیار کئے جس طرح کارخانہ کی مصنوعات یا کاشت کی پیداوار کے لئے تیار کئے جاتے ہیں یا جس طرح "چڑیا گھروں" کے اندر جانوروں کو تربیت دی جاتی ہے۔

ان منصوبہ بنانے والوں کے ذہن سے یہ بات اوجھل ہوگئی جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ انھوں نے انسان کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے کہ ایک غیبی قوت بھی ہے جو انسان کے دل میں خیالات ڈالتی ہے اور اس کے ذہن میں افکار تیار کرتی ہے، جو انسان کے جذبات، میلانات اور تصرفات پر اثر انداز ہوتی ہے اہل یورپ نے یقیناً انسان کا مطالعہ کیا لیکن انھوں نے اس چیز کا مطالعہ نہیں کیا جس کا تعلق انسان سے نہیں ہے، جو کائنات سے بھی ماوراء ہے ایک حکیم کا کہنا ہے کہ: "میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادہ کے ٹوٹنے سے"۔

قرآن کریم ان دعویداروں کو چیلنج کر رہا ہے:

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ (آل عمران ۵۴)

اور وہ چال چلے اور خدا بھی چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔

دوسری جگہ ہے

"یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"

(صف ۸)

(یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کرکے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں)۔

یورپین استعماری ممالک اور روس میں مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی گئی تھی، سازش اور دجل و فریب کے سارے طریقے اختیار کئے گئے تاکہ مسلمان کا رشتہ اس کی اسلامی تاریخ سے کاٹ دیا جائے، لیکن ستر سال سے زائد تک اتنے سخت حالات کے باوجود مسلمانوں کا اپنی مظلومی کی تاریخ سے نکل کر اسلام کی طرف آجانا، گویا ستر سال کی طویل مدت کوئی ایک دو دن کا واقعہ ہو، یہ ایسی چیز تھی جس نے یورپ کو لرزہ براندام کردیا، تھوپی گئی کفر و الحاد کی صورت حال سے نکل کر باہر آجانا کسی سلطنت کے ٹوٹنے سے بھی زیادہ اہمیت کا واقعہ تھا، یہ واقعہ دشمنان اسلام کے لئے ایک سبق اور ایک عبرت بن کر سامنے آیا، اب یہ نہایت احمقانہ کام سمجھا جائے گا کہ کوئی دوبارہ مسلمانوں کو ظلم و زیادتی کے ذریعہ دبا کر اسلام سے ان کا رشتہ کاٹنے کی کوشش کرے، اس لئے کہ روس کے زوال نے یہ ثابت کردیا کہ جبر و تشدد کا طریقہ الٹے ہی نتائج برآمد کرتا ہے، کیونکہ آج ہر ایک دیکھ رہا ہے کہ روس کی اسلامی جمہوریاؤں کے مسلمان اسلام کے بارے میں زیادہ غیور اور پرجوش ہیں ان مسلمانوں کے مقابلہ میں جو کسی اسلامی حکومت کے سایہ میں آزادی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

یورپین ممالک کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ وہ حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں اور واقعات کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں لہٰذا ان کی حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں اپنی سیاست اور رویہ میں تبدیلی کردیں جس طرح عیسائی مشنریوں نے اپنے طریقۂ کار کو بدلا اور مسلمانوں کے ساتھ مناظرے کی راہ اختیار کی، یورپی ممالک کو اب تو یقیناً اسلام اور مسلمانوں کی قوت کا اعتراف کرلینا چاہئے اور ظلم و جبر کا راستہ چھوڑ کر ان کے ساتھ ایڈجسٹ ہوکر زندگی گذارنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، نیز انھیں سوویت یونین کے زوال سے سبق حاصل کرنا چاہئے لیکن اندر کا پوشیدہ کینہ اور دشمنی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے، کینہ ایک نفسیاتی مرض ہے جو کینہ پرور کی جان لے کر ہی ختم ہوتا ہے، اور زندگی بھر کینہ رکھنے والا کڑوے گھونٹ پیتا رہتا ہے۔

روس کا زوال اور اسلامی ملکوں کا دنیا کے نقشہ پر ظاہر ہونا ایسا واقعہ ہے جس سے پورا یورپ لرزہ براندام ہے، حکمت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یورپ اپنی اس اندرونی بے چینی اور گھبراہٹ کو چھپاتا، یورپ تو سنجیدگی، صبر، خود داری اور برداشت میں مشہور ہے لیکن یورپ نے اپنی پریشانی کا اظہار کردیا، کیونکہ تکلیف سخت تھی، اور یورپ کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی، اس نے تمام عالمی طاقتوں سے درخواست کی کہ اس عالمی خطرہ کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھیں جس سے یوروپین تہذیب اور عالمی مذاہب کو خطرہ لاحق ہے۔

اس واقعہ میں بہت سے سبق ہیں جن کو دنیا کے حکماء شاید نہیں سمجھ سکے ہیں، پہلا سبق تو یہ تھا کہ مذہب ایک قلبی شعور کا نام ہے جس کو نہ دبایا جاسکتا ہے اور نہ مذاق اڑایا جاسکتا ہے، دانشمندی یہی ہے کہ کوئی اس دینی شعور کو دبانے کا خیال بھی نہ لائے، ایک سبق یہ تھا کہ جنگی صلاحیت ترقی کی جس بلندی تک بھی پہنچ جائے اگر اس ملک کو عوامی تائید حاصل نہیں ہے تو اس کے وسائل کسی ملک کو بکھرنے سے نہیں بچاسکتے کچھ مریضانہ عقل یہ خیال کرتے تھے کہ کسی ملک کی سلامتی اور حفاظت کے لئے جنگی قوت ہی سب سے بڑی

باقی

مولانا محمد مسعود شمیم مکیؒ

(از: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی / استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ادھر سال ڈیڑھ سال کے اندر ہند و پاک کے مسلمانوں کو جتنے اور جیسے ممتاز علماء کے حادثہ ہائے وفات کے صدموں سے مسلسل دوچار ہونا پڑا ہے، اتنا شاید پہلے نصف یا ربع صدی میں ہونا پڑا ہوگا کہ ایک عالم کی وفات کے صدمہ کا اثر کم نہیں ہونے پایا کہ دوسرے ایسے ہی صدمہ سے دوچار ہو جانے کی نوبت آ گئی، اللہ عالم الغیب ہی جانتا ہے کہ اس میں اس کی کیا مصلحت ہے، وہی ان صدمات پر صبر کی توفیق عطا فرما سکتا ہے، ورنہ ہر صدمہ اپنی جگہ فی الواقع اتنا شدید ہے کہ اس سے سنبھلنا مشکل ہے اور اس کے دور رس اثرات کے تصور سے فہم و ادراک مفلوج ہو جائیں تو بعید نہیں!

ایسے ہی حوادث میں سے مولانا محمد مسعود شمیم صاحب مکی کیرانوی (ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) کا حادثہ وفات بھی ہے جو اچانک ابھی شعبان ۱۴۱۲ھ کے اواخر میں (یکم مارچ ۱۹۹۲ء) پیش آیا کہ جسے سن کر ان کے بہت سے جاننے والوں کے ـ حواس گم اور دل شکستہ ہو گئے اور زبان پر آیت استرجاع آنے کے ساتھ ہی مغفرت و رحمت کی دعا کیلئے ہاتھ اٹھ گئے (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کاملۃً) مولانا کا خوبصورت مسکراتا چہرہ، چہکتی اور کھنکتی آواز، استقبال مہمان کے وقت ان کا پر جوش اور والہانہ انداز، محبت و شفقت بھرے پیرایہ میں ضیافت اور نہ جانے کتنے اور کون کون سے محاسن آنکھوں کے سامنے اس طرح آ گئے کہ جیسے اب بھی ان کی رس بھری آواز کانوں میں گونج رہی ہو اور سراپا حرکت و عمل وجود نگاہوں کو ٹھنڈا کر رہا ہو، یوں تو مولانا اپنے ہر شناسا اور ملنے جلنے والوں کی ضیافت و مدارات کے لئے ہمہ وقت کشادہ دل اور کشادہ خوان رہتے تھے مگر حج کے زمانہ میں یہ ان کے یہ اوصاف جمیلہ بعروج

کی کثرت کے باوجود ـ اپنے عروج پر نظر آتے تھے، حالانکہ ہجوم و ازدحام کے زمانہ میں بہت سے مہمان نواز اور خاطر مدارات کرنے والے بھی عموماً کتراتے نظر آتے ہیں۔ مولانا کی یہ امتیازی صفات انھیں خاندانی طور پر وراثت میں ملی تھیں، وہ جس اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے اسے ایک صدی سے زیادہ حرم پاک کی مقدس سرزمین پر ـ حرم کے مسافروں، خدائی مہمانوں ـ کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل رہا ہے۔

برصغیر ہند و پاک کے پڑھے لکھے (اور خصوصاً علماء) میں جن خوش نصیبوں کو حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو مولاناؒ کے نام اور کام سے واقف نہ ہو، کیونکہ حج کے زمانہ میں مولانا محترم (بلکہ مدرسہ صولتیہ کے تمام کارکن)۔ حجاج خصوصاً برصغیر کے حجاج کے لئے سراپا خدمت گویا خدا کی رحمت کا پیکر بن جاتے کہ جن کے سایہ میں غریب الدیار اور پریشان حال حجاج اطمینان کی سانس لیتے اور راحت محسوس کرتے، وہ مسائل حج میں راہنمائی سے لے کر، حجاج کے قیام، قربانی کے انتظام انکی امانتیں رکھنے اور پھر عند الطلب بلا تاخیر واپس لوٹانے، ڈاک منگانے بھجوانے جیسے تمام ضروری کام انجام دیتے ـ ان سب کے ساتھ ـ بلکہ سب سے بڑھکر ـ ایک دینی و علمی ادارہ "مدرسہ صولتیہ" کے ناظم بھی تھے جو مکہ معظمہ کا غالباً سب سے قدیم تعلیمی ادارہ ہے اور ایک زمانہ تک وہی سب سے بڑی واحد تعلیم گاہ تھی جس سے فارغ ہونے والے فضلاء ہی وہاں کے تمام اعلیٰ مناصب مثلاً امامت، خطابت، تدریس، قضاء، افتاء ـ پر فائز ہوتے تھے، یہ درسگاہ ان کے جد امجد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے ۱۲۹۰ھ میں قائم کی تھی جس کا اصل مقصد برصغیر کے مہاجرین و مقیمین کی اولاد کو تعلیم و تربیت سے آراستہ

کرنا بالخصوص فن تجوید و قرأت سے آشنا کرنا تھا، چنانچہ یہ ادارہ اپنے مقصد قیام میں اس درجہ کامیاب و کامران رہا کہ وہاں کی شاید ہی کوئی درسگاہ اس کی ہمسری کا دعوی کر سکے، اس وقت برصغیر میں قرآن مجید کی صحیح تلاوت و قرأت کا جو کچھ ذوق ـــ یا رواج ـ پایا جاتا ہے، بڑی حد تک وہ اسی درسگاہ کا فیض ہے، (تفصیل کیلئے دیکھئے مولانا امداد صابری دہلوی کی کتابیں "آثار رحمت" و "فیضان رحمت" نیز مولانا قاری حمید الدینؒ کا "نصف صدی قبل کا سفرنامۂ حج" از مولانا مرحوم کا مقدمہ)

حضرت مولانا رحمت اللہ مغربی یو پی کے مشہور قصبہ کیرانہ (ضلع سہارنپور) کے اس ممتاز خانوادہ کے فرزند تھے جنکی رگوں میں حضرت کبیر الاولیاء جلال الدین مخدوم پانی پتی عثمانی (م ۶۵ ، ھ) کا خون دوڑ رہا تھا۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ محمود غزلوی کے ساتھ اس کے لشکر میں حاکم (قاضی) کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو کر ہندوستان کے مشہور مردم خیز قصبہ "پانی پت" آئے، اس کے بعد خاندان کے افراد مسلمان عہد حکومت میں ـ برابر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے رہے، اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد نواب مقرب خان ہوئے، جنھیں ان کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں اکبر بادشاہ نے "کیرانہ" اور اس کے مضافات بطور جاگیر عطا کئے تو خاندان کا ایک حصہ کیرانہ (ضلع سہارنپور) منتقل ہو گیا مولانا رحمت اللہ موصوف عیسائیت کے خلاف تصنیف و مناظرہ میں امتیاز کی بنا پر عالمی شہرت کے مالک ہوئے ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے وقت مولانا نے اپنے اس امتیاز کی بدولت ـ خداوند تعالیٰ کی مدد و توفیق سے ـ عیسائیت کے فروغ و اشاعت پر ایسا بندھ باندھا کہ اس سے بڑھتا ہوا سیلاب رک گیا ورنہ اس کا خطرہ تھا کہ پورا ملک (ہندوستان) عیسائی ہو جاتا کیونکہ حکومت کی پوری طاقت اس کے لئے سرگرم تھی، مولاناؒ کا یہی "جرم" تھا کہ جس سے ان پر ہندوستان کی سرزمین تنگ کر دی گئی اور انکی ساری جائداد ـ جو موجودہ دور

میں کروڑوں کی مالیت کی تھی ـ ضبط کر لی گئی، پھر وفاداران حکومت انگلشیہ کے ہاتھوں کوڑیوں کے مول فروخت کر دی گئی مولانا اسی پر آشوب زمانہ میں کسی نہ کسی طرح ـ ہندوستان سے ـ چلے جانے اور بلد آمن (مکہ معظمہ) پہونچنے میں کامیاب ہو گئے ـ جب مولانا کے وہاں جوہر کھلے تو خلیفۃ المسلمین (سلطان ترکی جن کی حکومت حجاز میں بھی تھی) نے مولانا کا بڑا اعزاز کیا اس وقت سے مولانا کا خاندان وہیں بس گیا، اسی کے چشم و چراغ مولانا محمد مسعود شمیم مکی تھے جن کے تازہ غم نے ان سطور کے لکھنے پر راقم کو آمادہ کیا مولانا (محمد شمیمؒ) اس اعتبار سے بھی بڑے خوش قسمت ہوئے کہ انھیں مذکورہ بالا محاسن کے ساتھ ـ اپنے اسلاف کی طرح اس عصر کے تمام بزرگوں کی شفقتیں اور سرپرستی حاصل رہی اور سب کے معتمد رہے جن میں شیخ الحدیث مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر تبلیغ، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ـ مولانا مرحوم کو بھی ان تمام بزرگوں سے بڑا تعلق رہا ہے۔

مولانا مرحوم اس لحاظ سے بھی نصیبہ ور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کئی سعادت مند فرزند عطا فرمائے جو سب ان کی حیات ہی میں تعلیم و تربیت کی دولت سے مالا مال ہوئے (فالحمد للہ علی ذلک) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ دیگر خدمات کے ساتھ بزرگوں کی یادگار امانت ـ مدرسہ صولتیہ ـ کو نہ صرف باقی رکھنے بلکہ ترقی دینے میں ہمہ تن متوجہ رہیں اور سب سے بڑھکر خوش نصیبی یہ کہ مولانا مرحوم مقدس کی اس پاک سرزمین کا پیوند بنے جس پر پوری عمر حجاج کی خدمت کرتے ـ اپنے اسلاف کی طرح ـ گذاری تھی (اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ واعطہ خیر ما اعطی عبادک الصالحین)

امت اسلامیہ کا مقام بلند

عقل و نقل کی روشنی میں

یہ مقالہ الجزائر کے بین الاقوامی مذاکرہ علمی میں (سہو و آخری مسطور) پیش کیا گیا!

(مولانا) سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی

ترجمہ / محمد فہیم اختر ندوی۔

خدائے عز و جل نے اسلامی شریعت میں بنی نوع انسان کی دونوں جنس مرد و عورت کی حیثیتوں کو قریب کیا مرد کی شدت و سطوت میں تخفیف فرمائی اور عورت کو اس کے مقام سے اونچا اٹھایا، گذشتہ قوموں میں عورت کی حیثیت محض ایک سامان کی تھی، یا ایک ایسا مال جس سے صرف مادی طور پر فائدہ اٹھایا جاتا تھا خود وہ کسی چیز کی مالک نہیں ہوتی تھی شادی سے قبل اپنے والدین کے ہاتھوں میں ایک تجارتی سامان کی مانند ہوتی، اور شادی کے بعد اپنے شوہر کے ہاتھ میں فائدہ اٹھایا جانے والا ایک مال ہوتی، شوہر اگر اس کو تختۂ مشق و ستم بنا رہا ہوتا تو بھی اسے یہ حق نہ تھا کہ شوہر سے جدا ہو سکتی، اس طرح وہ پوری زندگی انتہائی پست زندگی بسر کر رہی ہوتی، سامان کی طرح ہاتھوں ہاتھ منتقل ہوتی رہتی، شوہر کے انتقال کے بعد بھی اس کے خاندان سے جدا نہیں ہو پاتی، عورت کا یہ ذلت آمیز مقام جس طرح گذشتہ قوموں میں تھا، آج بھی ملتا ہے۔

اسلام کی عدل گستری اور کرم فرمائی نے عورت کو بھی مالا مال کیا، شوہر پر ضروری قرار دیا کہ عورت کے حقوق ادا کئے جائیں، اس کو شوہر کے انتخاب کا بھی حق دیا گیا، اگر شوہر کے ساتھ گذر بسر ناممکن ہو جائے تو اس سے گلو خلاصی کا حق دیا، والدین، رشتہ دار اور شوہر کے ترکے میں عورت کا لازمی حصہ متعین کیا جس میں ادنیٰ کمی کی بھی گنجائش نہیں دی، پھر ان حقوق کی حفاظت بھی خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی، اور انھیں مختلف قیود و شرائط سے گھیر دیا، تاکہ عورت و شوہر کے درمیان نیز ان دونوں کے اہل خاندان کے درمیان معاشرتی زندگی میں بے راہ روی نہ آنے پائے۔

اسلام نے بتایا کہ عورت کو مرد کی طرف سے اس کے فطری تقاضے پورا ہونے کا حق ملتا ہے اور مرد کے لئے عورت اس کے فطری تقاضے پورے ہونے کا ذریعہ ہے، لیکن تاریخ کے مختلف ادوار میں مرد و عورت دونوں نے جنسی تقاضوں کا ناجائز استعمال کیا، عورت اس میدان میں زیادہ ظلم کی شکار ہوئی، کیونکہ مرد کی فولادی قوتوں کے سامنے عورت جسمانی اعتبار سے بھی کمزور تھی اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے وسائل کی بھی مالک نہ تھی اس کے نتیجہ میں مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں جنسی بگاڑ بڑے پیمانہ پر پھیلے، اسلام نے بگاڑ کے اس سرچشمہ پر کڑی بندشیں لگائیں اور مختلف سخت احکام جاری کر کے اس پر روک لگائی اس نے لازم کیا کہ عورت اپنے کو حتی الوسع پردہ میں رکھے جسم کے اظہار اور کھلی آزادی سے گریز کرے، حقیقی رشتے والوں کے علاوہ تمام لوگوں سے پردہ کرنا ضروری قرار دیا گیا، زینت کی جگہوں کو کھولنے پر سخت بندش عائد کی تاکہ اخلاقی بگاڑ کا یہ سرچشمہ بند ہو جائے مردوں پر عورتوں سے میل جول کے حدود قائم کئے، تاکہ کھلا اختلاط فتنہ کا سبب نہ بنے، عورت کے سلسلہ سے مرد کو حکمرانی اور نگہبانی سونپی، اور مرد کے سلسلہ سے عورت کو کار ہائے زندگی میں معاون و شریک بنایا، دونوں کو بالکل ایک جیسا مقام عطا نہیں کیا، اس میں ایک عظیم حکمت کار فرما تھی، وہ یہ کہ ایک میدان میں دو برابر کے شریک اشخاص کے درمیان اتفاق اور ہم آہنگی نہیں پیدا ہوتی، بلکہ اختلاف پھر جھگڑا اور فساد و بگاڑ تک معاملہ پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے الوہیت کے متعلق اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء ـ ۲۲)

اگر آسمان اور زمین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان) درہم برہم ہو جاتے۔

اس کائنات ارض و سما میں اگر ایک خدا کے بجائے متعدد خدا ہوتے تو ان میں اختلاف پیدا ہوتا اور یہ کائنات ٹوٹ پھوٹ کر رہ جاتا۔

ان آسمانی ہدایات کے ذریعہ خداوند قدوس نے مرد و عورت کے واسطے ایک ایسا جامع اور مانع نظام عطا فرمایا کہ اگر ٹھیک ٹھیک اسے عملی جامہ پہنایا جائے تو کسی قسم کا خلل یا بگاڑ اس میں راہ نہیں پا سکتا،

یہ تمام چیزیں امت مسلمہ کی افضلیت اور دیگر اقوام پر اس کی فوقیت کے کھلے شواہد ہیں، ان سب کا تعلق اس امت کی "وسطیت" (امت وسط ہونے) سے ہے، زندگی کے ان مختلف اور گوناگوں پہلوؤں کو ان خوبیوں کے ساتھ جمع کر لینا امت وسط ہی کا کمال ہے، تاریخ انسانی نے اس کی مثال گذشتہ کسی امت میں اور کسی زمانہ میں نہیں دیکھی، علم و فن اور تہذیب و ثقافت کے بڑے بڑے مراکز حکومت و سیاست اور عسکریت و قانون کے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی اس کی مثال نہ پہلے دیکھنے کو ملی تھی نہ اب دیکھنے کو ملتی ہے۔

پچھلے زمانوں میں ماحول کے بگاڑ اور پھیلے فساد کو ختم کرنے کے لئے خدائے عز و جل نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اپنی ہدایات و احکام بھیجے تھے، لیکن چونکہ وہ محدود علاقوں اور مخصوص زمانوں کے لئے تھے، اور شر و فساد کی قوتیں عام طور پر زیادہ سخت تھیں، اس لئے اکثر مواقع پر ان دعوتی کوششوں کے ذریعہ شر و فساد کی بیخ کنی نہ ہوئی، اور ان کی پاداش میں عذاب خداوندی نے نازل ہو کر فساد کی ان قوتوں کو تہس نہس کر دیا۔

سب سے آخر میں یہ امت وسط ظہور پذیر ہوئی، خاتم المرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمی رسالت اس پر سایہ فگن تھی، یہ رسالت جامع بھی تھی اور ہمہ گیر بھی، آپ علیہ السلام کے بعد امت محمدیہ نے اس رسالت کے تئیں ذمہ داریوں کو اٹھایا، اور خداوند قدوس نے اس طرح اس رسالت کے لئے ابدیت و دوام طے فرما دیا، اس کے اندر خدا نے وہ صلاحیتیں رکھ دیں جن کے ذریعہ یہ ہر بگاڑ کا سامنا کر سکے اور ہر مشکل کا حل پیش کر سکے، دنیا میں بسنے والی تمام قوموں اور امتوں کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کر کے ان کی رہنمائی کر سکے، کیا یہ خوبیاں امت مسلمہ کی برتری و فوقیت اور تمام دوسری امتوں پر اس کی فضیلت و بلندی کی دلیل نہیں ہیں، اس امت کی یہ صلاحیت کسی ایک زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ جب تک اس روئے زمین پر کوئی انسان موجود ہے، یہ امت اپنی کتاب اور سنت کے سرچشموں سے استفادہ کر کے زندگی کے مختلف میدانوں کے مسائل اور مشکلات کا حل بطریق احسن پیش کرتی رہے گی۔

آیت قرآنی ـ "وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً" ـ میں امت مسلمہ کی جس وسطیت کا ذکر ہوا ہے وہ اپنے پہلوؤں میں فضیلت و سربلندی کے ان تمام معانی کو سموئے ہوئے ہے، ساتھ ہی توازن و اعتدال کا معنی بھی نمایاں ہے یقیناً امت مسلمہ صفت اعتدال سے بھی متصف ہے اور اس امت کے احوال نیز اس کی شریعت کا طریقۂ کار اس کی دلیل ہے، قرآن کریم اور حدیث نبوی میں مختلف اقوال اس سلسلہ میں بھی وارد ہیں، حدیث نبوی ہے "خیر الامور اوسطھا" (سب سے بہتر معاملہ درمیانی معاملہ ہے)۔

اس امت کی خصلتیں اور اس کے دینی و دنیوی فرائض اعتدال و توسط کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں، اس امت کا دین ترک دنیا اور رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم نہیں دیتا، ہاں اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تقویٰ و زہد کے زیور سے آراستگی کے لئے سعی و کوشش کرے، اسے یہ حکم دیا گیا کہ توجہ الی اللہ اور تضرع و انابت اختیار کرے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل و عیال سے بے توجہی برتی جائے اور اس دنیا میں خوش کن زندگی کے حصول کی کوشش نہ کی جائے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی طلب کریں، یہ فرمان خداوندی بھی اس امت کے توازن و اعتدال اور توسط کو بتلا رہا ہے، فرمایا:

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ (البقرہ ـ ۲۰۱)

پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور

دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھو۔

حدیث میں تین صحابۂ کرام کے قصہ میں اسی اعتدال و توسط کی وضاحت ہے، واقعہ اس طرح ہے کہ تین صحابۂ کرام نے یہ عزم کیا کہ وہ ہر چیز سے کٹ کر ہمیشہ عبادت میں مشغول رہیں گے، ایک نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، دوسرے نے کہا: میں رات میں کبھی نہیں سوؤں گا بلکہ ہمیشہ راتوں کو عبادت میں بسر کروں گا، تیسرے نے کہا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا: خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا خوف کھانے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور شادی بھی کرتا ہوں، جو شخص میرے طریقہ سے گریز کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کریمہ کے بیان میں آتا ہے کہ جب کبھی آپؐ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپؐ ان دونوں میں آسان کو اختیار فرماتے، آپؐ ہر چیز میں میانہ روی کو پسند فرماتے تھے۔

اعتدال و میانہ روی امت مسلمہ کی نمایاں صفت ہے، دنیا اور آخرت دونوں میں اس کے اعمال میں یہ وصف نمایاں ہے، اور یہی وصف اس امت کے لئے دیگر امتوں پر وجہ امتیاز ہے، یہاں نہ عیسائیوں کی مانند غلو ہے اور نہ یہودیوں کی طرح تقصیر۔

امام طبری لفظ "وسط" کی تشریح میں اسی معنی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرا خیال ہے وسط اس جگہ پر وہ لفظ "وسط" ہے جو کسی چیز کے اس جزء کا معنی بتاتا ہے جو دونوں کناروں کے درمیان ہوتا ہے جیسے گھر کا درمیانی حصہ، نیز میرا خیال ہے کہ خدائے عزوجل نے اس امت کا وصف "وسط" اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ امت اپنے دین میں میانہ رو ہے عیسائیوں کی مانند غلو نہیں ہے جنھوں نے رہبانیت اختیار کر لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کیا کہا، اور یہودیوں کی مانند تقصیر نہیں ہے جنھوں نے اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر ڈالی اپنے نبیوں کو قتل کیا اور ان کو جھٹلایا اور ان کا کفر کیا، یہ امت ان دونوں سے بچ کر اہل توسط و اعتدال ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسی وصف کے ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا، کیونکہ خدا کو سب سے زیادہ پسندیدہ امر درمیانی امر ہے۔

زندگی کے مختلف میدانوں میں اس امت کے توسط و اعتدال کی مثالیں بہت ہیں، دین و شریعت پر عمل پیرا ہونے اور مادی وسائل سے مستفید ہونے میں یہ راہ اعتدال پر ہے پھر اس امت کا زمانہ بھی دو عہدوں کے درمیان خط فاصل ہے، ایک گذشتہ اقوام کا عہد جو ہزاروں سالوں پر مشتمل ہے، دوسرا آخرت کا وہ عہد جو اس امت کا زمانہ ختم ہونے اور ساتھ ہی کائنات کے فنا ہونے کے بعد شروع ہوگا

اس امت کی آمد سے قبل انسان زمین کے مختلف خطوں میں اور مختلف ٹولیوں میں بٹا ہوا تھا، تہذیب و ثقافت کا کوئی رابطہ انھیں جوڑتا نہ تھا، اس وقت انسان نے "مادہ" کو اپنا ایسا نخچیر نہ بنایا تھا کہ جس طرح چاہے اس میں ٹکنالوجی تصرف کرے، اس سے حیرت کن چیزیں تیار کر دے، مشینی دنیا میں نئی نئی فتوحات حاصل کرے، لیکن اس امت کے ذریعہ جس دور کا آغاز ہوا وہ سائنسی اور مشینی فتوحات کا بے مثال دور بنا، اس طرح یہ امت زمانہ کے اعتبار سے بھی دو عہدوں کے درمیان اور متوسط ہے۔

اس امت کی ساری نشاط انگیزیوں اور کارفرمائیوں کا منبع و مرکز بھی عالم مسکون کے بالکل درمیان اور وسط میں ہے، وہ مقدس شہر جسے خدا تعالیٰ نے "ام القریٰ" کے نام سے نوازا، دنیا کے کونے کونے سے اہل اسلام وہاں کھنچ کر چلے آتے ہیں، اس طرح وہ تمام عالم کے لوگوں کا مرکز توجہ اور دینی محور ہے کچھ ماہرین جغرافیہ نے یہ لکھا ہے کہ "مکہ" دنیا کا بالکل وسط ہے، اسی مقدس شہر میں خدا کا وہ عظیم الشان گھر ہے جو دنیا کے تکدوں میں خدا کا پہلا گھر ہے، خدا نے اسے لوگوں کے لئے جائے پناہ، جائے امن اور جائے قیام بنایا، یہ دونوں الفاظ کعبہ کی مرکزیت اور اس کے شہر مکہ کی مرکزیت کو بتا رہے ہیں، مگر جو اس امت کا نقطۂ آغاز اور اصلی مرکز ہے، وہ قبلہ ہے جس کی طرف سارے عالم کے مسلمان رخ کرتے ہیں، اسی کے نام پر سب جڑے ہیں اور اسی کے گرد سب گردش کرتے ہیں، لفظ "قیاما" اپنے مختلف اشتقاقات کے ساتھ اس عظیم امت کی اہمیت اور اس کے دین کی عظمت کو بتلاتا ہے یہ معانی خود قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً آیت کریمہ ہے:

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط۔ (مائدہ-۸)

(اے ایمان والو! خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو)

عظمت دین کے متعلق اسی لفظ سے ارشاد ہے:

ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (یوسف-۴۰)

یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز ارشاد ہے:

قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (انعام-۱۶۲)

کہہ دو کہ میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے (یعنی) دین صحیح مذہب ابراہیم کا جو ایک (خدا) ہی کی طرف کے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس امت مسلمہ کی "وسطیت" مختلف پہلوؤں سے نہایت روشن اور واضح ہے یہ امت نہایت بیش قیمت اور بڑی اہمیت والی ہے، اس کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو شرف قیادت کا ہے اور دوسرا پہلو مرکزیت و توسط اور اعتدال کا ہے۔

ندوی فاضل کو جامع ازہر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری

ندوہ کے ہونہار و باصلاحیت طالب علم محمد ولی اللہ بن صوفی عبدالرحمن صاحب (کھوکھا بازار بمبئی) جو ندوہ سے فارغ ہو کر جامع اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی سند فراغت حاصل کرنے کے بعد کئی سال سے جامع ازہر مصر میں تھے ابھی حال ہی میں ان کو جامع ازہر نے امتیازی نمبر سے قاہرہ کے کلیۃ اصول الدین سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے ان کے مقالے کا موضوع "ہندوستان میں تیرہویں اور چودہویں صدی کے علماء حدیث اور فن حدیث میں ان کی کوشش" تھا اس مقالے کو رجب ابراہیم عبدالعزیز، محمد شوقی خضر الحسینی ابو فرحہ پر مشتمل کمیٹی نے پاس کیا۔

طوفان سے ساحل تک

یعنی محمد اسد صاحب (سابق لیوپولڈ ویس) کی انگریزی کتاب روڈ ٹو مکہ Road to Makka کا اردو تلخیص و ترجمہ جس میں مغربی زندگی کے اس طوفان کی تصویر جس سے گزر کر محمد اسد صاحب قلبی اور روحانی سکون کے ساحل تک پہنچے اور اسلام و ایمان کی دولت سے بہرہ یاب ہوئے۔
اعلیٰ کتابت و آفسٹ طباعت قیمت۔ تیس روپے۔
نوٹ: صرف قیمت پیشگی بھیجکر منگوانے والوں کو کتاب مصارف ڈاک کی رعایت کے ساتھ رجسٹرڈ بھیجی جائے گی۔
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء لکھنؤ

علاء الدین ٹی
ٹی کمپنی بمبئی
ALAUDDIN TEA
Tea Co.
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Bombay 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel. 862220/8728708

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

تحقیق و نکتہ رسی

ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی ——— صدر شعبہ عربی فارسی الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد

حجاز کے دور دراز صحرا میں دو نوجوان صخر و ہبیرہ مختلف حیلے بہانے اور دھوکے سے راہ چلتے قافلوں اور ان لوگوں کے مال و متاع چھین جھپٹ لیا کرتے تھے اور اس ہوشیاری سے کام کرتے تھے کہ عدالتی گرفت اور حکومت کی پکڑ میں نہیں آ رہے تھے، ایک روز دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کب تک اس لوٹ مار اور دھوکہ دہی سے کام چلائیں گے کوئی ایسی تدبیر کیجائے کہ عیش و عشرت کی زندگی گزرے، صخر ہبیرہ سے زیادہ چالاک اور نئی نئی تدبیریں سوچنے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے ہبیرہ سے کہا کہ میں نے ایک ترکیب سوچی ہے اگر تم میرا ساتھ دو اور میری اسکیم کے عمل کرو تو ہم یقیناً کامیابی حاصل کرلیں گے اور آرام و خوشحالی ہمارے قدم چومے گی ہبیرہ سراپا شوق بن کر صخر کی جانب متوجہ ہوگیا اور کہا کہ میں تمہارا تابعدار ہوں تم جو حکم دوگے اس کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کروں گا صخر نے کہنا شروع کیا تم جانتے ہو کہ ام سالم بلویہ ایک دولتمند خاتون ہے بے انتہا مال اور کھجور کے باغات کی مالک ہے اس مال سے اسکی سالانہ آمدنی غیر معمولی ہوتی ہے فراخ دلی اور بھولی بھالی بیوقوف بھی ہے۔ بہت جلد میرے نصب کردہ جال میں پھنس جائے گی اور اس طرح ہم اس سے بہت بڑی دولت اینٹھ لیں گے اور وہ عدالتی چارہ جوئی بھی نہ کرسکے گی اور اگر اس نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا بھی تو ہم اس کی گرفت سے بہت دور جاچکے ہونگے اس کے بعد اس نے ایک تھیلی نکالی اس میں سو دینار گنے اور ایک دوسری تھیلی میں ڈالے اور اپنے ساتھی ہبیرہ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو اور جو کچھ میں کہوں اس کی تائید کرتے رہو۔ اگر تم نے کوئی غلطی یا کوتاہی کی تو سارا منصوبہ تباہ ہو جائے گا۔ دونوں حیلہ باز ام سالم کے گھر کے سامنے کھڑے تھے صخر نے آگے بڑھ کر ہلکے سے دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ صخر ایک اعلیٰ گھرانے اور شریف خاندان کے ممتاز فرد کی شکل و صورت اور بھیس میں تھا۔ اس نے لب ولہجہ، بات چیت اور اٹھنے بیٹھنے میں تکلف وضعداری اور رکھ رکھاؤ کا مظاہرہ کیا اور ام سالم سے گفتگو کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔ مہربان ماں! ہم دونوں شام سے غلہ منگاتے ہیں اور اس کو فروخت کرتے ہیں، تجارت میں ہم دونوں ایک ساتھ شریک ہیں ہمیں اس بار سو دینار کا نفع ہوا ہے ہم نے سوچا کہ شام سے غلہ لانے کے لئے سفر سے قبل ان دیناروں کو کسی قابل اعتماد شخصیت کے پاس بطور امانت رکھوا دیں اور واپس آکر لے لیں، آپ ہر خاص وعام کے نزدیک ثقہ و بھروسے کے قابل ہیں۔ آپکی امانتداری کے بارے میں کسی کو ادنیٰ سا شک و شبہ نہیں آپ اگر ہماری یہ امانت رکھنا منظور کرلیں گی تو ہم پر بڑا احسان کریں گی اور خدا تعالیٰ آپ کو بڑا اجر عطا فرمائے گا ہماری صرف ایک شرط ہے کہ یہ امانت دونوں ساتھیوں کی موجودگی میں واپس کیجئے گا تنہا کسی ایک کو نہ دیجئے گا نیک دل خاتون نے کار خیر سمجھ کر منظور کرلیا ان دونوں نے سلام کیا اور رخصت ہوگئے پورا ایک سال گزر گیا اور صخر و ہبیرہ اپنی امانت لینے نہیں آئے ایک صبح ام سالم فجر کی نفلوں سے فارغ ہو کر تسبیح پڑھ رہی تھیں کہ صخر نے اجازت چاہی سلام کیا اور پھر رونا اور نوحہ کرنا شروع کیا ام سالم نے رونے کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ اس کا شریک تجارت ہبیرہ خدا کو پیارا ہوگیا اس نے اس کی تجہیز و تکفین کے بعد اس کے گھر والوں کی امداد و تعاون کیا اب اس کی مالی حالت بے حد خراب ہوچکی ہے اگر امانت واپس مل جاتی ہے تو اس سے وہ اپنا کام چلاتا اور تجارتی کاروبار از سر نو شروع کرتا ام سالم نے شرط کے پیش نظر امانت واپس کرنے سے انکار کردیا مگر صخر نے گریہ وزاری اور منت سماجت شروع کی۔ ام سالم کے گھر والوں اور پڑوسیوں کو واسطہ بنایا اور انہیں یقین دلایا کہ اس کا ساتھی مرچکا ہے اب کیسے حاضر ہوسکتا ہے، سب نے ترس کھا کر ام سالم سے سفارش کی، خاتون کا دل نرم ہوگیا اور انہوں نے پورے کے پورے سو دینار اس کے حوالہ کردیے صخر نے دینار لئے اور تیزی کے ساتھ روانہ ہوگیا اس واقعہ کے ٹھیک تین روز کے بعد ہبیرہ آیا اور اس نے ام سالم سے امانت کا مطالبہ کیا ام سالم اچانک اسے دیکھ کر اور اس کے مطالبہ کو سن کر حیرت زدہ ہوئیں اور یقین کرلیا کہ صخر نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ام سالم نے ہبیرہ کو بتایا کہ صخر نے یہ بیان کیا کہ تم مرچکے ہو اور رقم لے کر چلا گیا۔ اس لئے اس کی ذمہ داری ختم ہوچکی ہے ہبیرہ نے شرط کے خلاف ورزی کا حوالہ دے کر سو دینار کا مطالبہ کیا لیکن ام سالم نے سختی سے انکار کردیا۔ ہبیرہ ناراض ہو کر سیدھے امیر المومنین عمر بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ام سالم کے خلاف دعویٰ دائر کردیا، حضرت عمر نے ام سالم کو طلب کیا اور ہبیرہ کے دعویٰ کی تصدیق چاہی، ام سالم نے پورا واقعہ شروع سے آخر تک بیان کیا اور کہا کہ وہ صخر کے بیان سے دھوکہ میں آگئیں اور یقین کرلیا کہ فریق ثانی مرچکا ہے اب شرط پوری ہونی ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے پوری رقم صخر کے حوالہ کردی کیونکہ اب تنہا وہی اس کا مالک تھا، امیر المومنین ام سالم کے اس بیان سے مطمئن نہیں ہوئے اور مزید تحقیق کرنی چاہی، ام سالم کو اندازہ ہوگیا کہ شرط کی خلاف ورزی کی بنا پر اندیشہ ہے کہ انہیں تاوان دینا پڑے گا اسی لئے انہوں نے امیر المومنین عمر سے گزارش کی کہ فیصلہ کرنے سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں قضیہ پیش کرنے کی اجازت عنایت کریں۔ حضرت عمر نے انتہائی فراخ دلی سے مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عدالت میں منتقل کردیا۔ ام سالم اور ہبیرہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علیؓ نے پوری تفصیل سے ایک ایک جزئیہ سنا اور سوال کیا دونوں فریقوں سے جرح کے بعد انہیں یقین ہوگیا کہ ام سالم سچی ہیں اور ہبیرہ حیلہ ساز ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہبیرہ سے پوچھا کیا تم امانت کی شرط پر قائم ہو اور اس کا احترام کرتے ہو۔ ہبیرہ نے کہا کہ ہاں میں اپنی شرط پر قائم ہوں اور اس کے خلاف کرنے کے لئے کسی طور پر آمادہ نہیں ہوں۔ اب حضرت علیؓ نے فیصلہ سنایا کہ ام سالم اسی وقت امانت واپس کریں گی۔ جب صخر ہبیرہ کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوگا۔ ام سالم نے فیصلہ سن کر اطمینان کا سانس لیا اور اسے یقین ہوگیا کہ صخر کبھی بھی نہ آئے گا۔ ہبیرہ بغیر کوئی جواب دیئے روانہ ہوگیا۔

علامہ ابن قیم جوزیہ اس عدالتی فیصلہ کا ذکر کرنے کے بعد دو اصولوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فیصلہ کے لئے کسی ایک فریق کے مطالبہ پر انتہائی فراخدلی سے معاملہ ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل کیا جاسکتا ہے دوسرے یہ کہ قاضی کو تلاش حق کے لئے اپنی فراست، دانائی اور بصیرت کیساتھ خوب چھان بین کرلینا چاہئے۔ تاکہ کسی پر زیادتی اور دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔

عربی خوش خطی سیکھئے

عربی مدارس کے طلباء و اساتذہ کو عربی رسم الخط عمدہ اور معیاری بنانے کے لئے مکتبۃ الشباب کا شائع کردہ خوشنویسی کا ایک جامع سیٹ آفسیٹ سے طبع ہو کر آگیا ہے ہندوستان کے عربی مدارس کے اساتذہ عرصہ سے اس کمی کو محسوس کر رہے تھے اور طلباء کو عربی رسم الخط سیکھنے اور سکھانے کی مزید ضرورت تھی۔ ایک جامع منصوبہ کے تحت جو خاص کر دینی مدارس کے اساتذہ و طلباء کے لئے ہی تیار ہوا ہے اور دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اردو خوش خطی کے طرز پر عربی رسم الخط کے حروف سے لے کر جملوں تک مشق کرائی گئی ہے یہ سیٹ ۸ کتابچوں پر مشتمل ہے۔ خط نسخ اور خط رقعہ کی مشق کے لئے بھی تین کتابچے الگ سے شائع کئے گئے ہیں ● نوٹ: عربی مدارس کے ذمہ دار، تاجر حضرات خط و کتابت سے مزید معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔
مکتبۃ الشباب، ندوہ روڈ ۲ ٹیگور مارگ، لکھنؤ ۷ الہند

مطالعہ میز

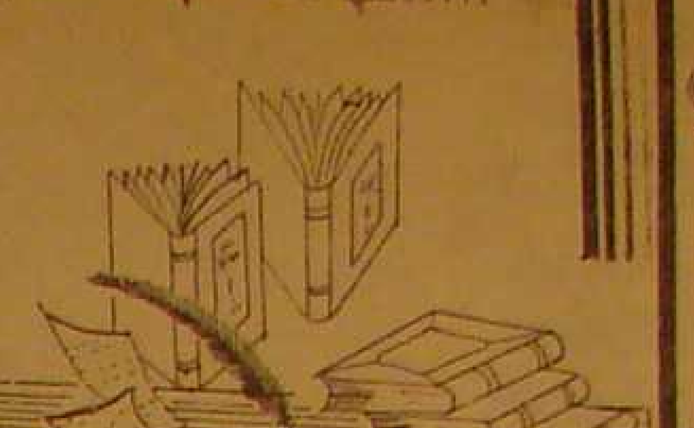

تعمیر حیات جو شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء کا آرگن ہے اس میں دعوتی انداز کے مختصر مضامین شائع ہوتے ہیں، تبصرہ کے لئے جو کتابیں آتی ہیں ان کا تبصرہ کبھی ادارہ کے کسی رکن کے قلم سے اور کبھی کسی دوسرے کے قلم سے شائع ہوتا ہے۔

۱۰ر مارچ ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں "واقعۂ کربلا اور اس کے تاریخی پس منظر" پر جو تبصرہ شائع ہوا وہ بھی ایک انفرادی رائے کا مظہر تھا، اس پر مصنف کتاب کا ایک نوٹ آیا، جس کو دیکھ کر تبصرہ نگار نے اپنا ایک نوٹ دیا اور خطرہ تھا کہ اگر انکو شائع کیا جائے تو یہ سلسلہ طویل ہو جاتا، جبکہ دفتر کو تبصرہ کی تائید و تحسین میں بعض خطوط ملے، اور بعض خطوط ردو اعتراض میں، ان سب کے شائع کرنے کیلئے تعمیر حیات کے صفحات متحمل نہیں ہو سکتے تھے، خاص بات یہ رہی کہ تبصرہ کے بعض جملوں پر جو خاص اعتراض ہو سکتا تھا اس سلسلہ میں خود حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے ایک مفصل مضمون مرحمت فرمایا جو شائع ہو چکا ہے، اور تبصرہ نگار نے بھی مطلع کیا کہ ان کا رجحان وعقیدہ وہی ہے جو جمہور اہلسنت کا رجحان وعقیدہ ہے، اس لئے اب اس سلسلہ میں کوئی خط یا مضمون خواہ تائید کا ہو یا تردید شائع کرنے سے معذور سمجھا جائے۔ (ادارہ)

کتاب :۔ عورت اسلام کی روشنی میں
مصنف :۔ حکیم محمد اسلم صدیقی
صفحات :۔ ۱۸۴
کاغذ، کتابت، طباعت :۔ مناسب
قیمت :۔ ۲۵ر روپئے
ناشر :۔ المحمود پبلشرس، غازی پور لاج سرسید نگر، علی گڑھ

اسلام نے عورت کو عزت و رفعت کا جو مقام دیا اسکی نظیر کسی دوسرے مذہب اور تہذیب میں نہیں ملے گی، خالق کائنات نے صنف نازک کی صلاحیتوں اور خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے فرائض وحقوق اور دائرۂ عمل کی حد بندی کی، اسلام کے سائے میں عورت کو اس کا صحیح مرتبہ و مقام ملا۔ ہزاروں سال سے ظلم کی چکی میں پسنے والی صنف نازک نے اطمینان کا سانس لیا، اسکے باوجود آخری صدیوں میں مغرب کے "دانشکدوں" سے یہ صور پھونکا جانے لگا کہ اسلام عورتوں کی حق تلفی کرتا ہے، ان پر ظلم وستم روا رکھتا ہے۔ اور عورتوں کو مردوں کے مساوی درجہ نہیں دیتا، نام نہاد "آزادی نسواں" کا غلغلہ اتنا بلند ہوا کہ سنجیدہ غور و فکر کی فضا ختم ہوگئی، بہت سے ضعیف الایمان مغرب زدہ مسلم مصنفین ومفکرین بھی اس پروپیگنڈہ کے سیلاب میں بہہ گئے اور انہیں عورت کے بارے میں اسلامی احکامات وتعلیمات پر "نظر ثانی" کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔

مغرب کے اس پروپیگنڈہ کے جواب میں الحمدللہ مختلف زبانوں میں بہت بھرپور علمی اور تحقیقی لٹریچر تیار ہو چکا ہے، زیر تبصرہ کتاب "عورت اسلام کی روشنی میں" اسی زمرہ میں سلسلہ کی ایک کڑی ہے، کتاب کے پہلے باب میں مصنف نے جائزہ لیا ہے کہ قدیم تہذیبی مراکز اور مذاہب میں عورت کا کیا مقام تھا، یہ باب بڑا فکر انگیز اور معلومات افزا ہے، اس باب کو پڑھ کر صنف نازک پر اسلام کے احسانات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، باب اول کے بعد کتاب کے دوسرے پانچ ابواب یہ ہیں (۲) عورت اسلام کی روشنی میں (۳) مسلم خواتین کی علمی خدمات (۴) مسلمان خواتین کی عملی خدمات (۵) عبادات (۶) ہندوستان کی چند خواتین اسلام۔

یہ کتاب نہ صرف اسلام میں عورت کے مرتبہ و مقام کو متعین کرتا ہے بلکہ تاریخ اسلام میں عورتوں کے کردار اور ان کے علمی وعملی کارناموں کا بہترین مرقع بھی ہے، زبان وبیان پر مصنف کی گرفت مضبوط ہے، اسلوب میں سادگی اور سلاست کے ساتھ ایک خاص قسم کی دلکشی اور حلاوت ہے، پوری کتاب سے مصنف کی پختہ کاری اور پختہ قلمی جھلکتی ہے اردو کے اسلامی لٹریچر میں یہ کتاب گرانقدر اضافہ ہے عام قارئین اور اہل علم دونوں کے لئے کتاب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

مصنف نے سلامتی طبع کی بنا پر فقہاء کے درمیان اختلافی مسائل پر بحث سے گریز کیا تھا، انہوں نے ایسے مسائل چھیڑے نہیں ہیں یا ان سے دامن بچا کر گزر گئے ہیں، ان کے لئے ایسا ہی کرنا مناسب تھا لیکن بعض جگہ وہ اپنی اس روش پر قائم نہیں رہ سکے ہیں مثلاً ص ۱۰۲ پر تنہا عورتوں کی جماعت کا مسئلہ۔ ص ۶۰ پر خلع کا مسئلہ، جو مسائل فقہاء مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ رہے ہیں ان کے بارے میں اردو کتابوں کا مطالعہ کر کے کوئی فیصلہ کن رائے قائم کرنا بہت دشوار ہے۔ ص ۱۰۱ پر حضرت اسماء بنت زید کے لئے لیڈر کا استعمال ذوق پر گراں گزرا۔ اسی طرح ان کے واقعہ سے خواتین کی الگ تنظیم پر استدلال محل نظر معلوم ہوا۔ امید ہے کہ مصنف ان اشارات کی روشنی میں کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کچھ ترمیمات کریں گے۔

حوالوں کے لئے مصنف نے جو طریقہ اپنایا ہے اس سے کتاب کی کتابت میں سہولت ہوئی ہوگی۔ جدید طرز حوالہ کی پیروی بھی ہوئی لیکن جو قاری مصنف کی ہر ہر بات کا ماخذ معلوم کرنا چاہتا ہے اسے بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے ہر دو چار سطر کے بعد اسے یہ زحمت اٹھانی پڑتی ہے کہ وہ پوری کتاب پلٹ کر حوالہ معلوم کرے، ہر صفحہ کا حوالہ اسی صفحہ پر درج کرنے سے قاری اس زحمت سے بچ جاتا ہے، ہاں یہ بات مناسب اور مفید ہے کہ کتاب کے آخر میں کتاب کے مآخذ و مصادر کی مکمل فہرست دیدی جائے۔ تاکہ ایک ہی نظر میں کتاب کے مآخذ سامنے آجائیں۔ بہر حال مجموعی طور پر زیر تبصرہ کتاب معلومات افزا اور بصیرت افروز ہے۔

(مولانا عتیق احمد قاسمی)

مقدمہ ۲۰/۱۶۰

فریق اول :۔ عشرت جہاں بنت عبدالحفیظ مقام بلوچ پورہ ڈاکخانہ ٹوریاگنج تھانہ نخاس ضلع لکھنؤ۔

فریق ثانی :۔ سلوان علی ولد عبدالمنان مقام گھوسیا بازار ڈاکخانہ انورائی محلہ پچھم ضلع بنارس۔

اطلاع بنام مدعی علیہ (فریق ثانی)

مقدمہ ہٰذا میں مدعیہ عشرت جہاں نے آپ سلوان علی ولد عبدالمنان کے خلاف عدالت مرکزی دارالقضاء اترپردیش لکھنؤ میں دعویٰ دائر کیا ہے کہ میری شادی ۱۹۸۲ء میں مدعی علیہ مذکور سے ہوئی شادی کے بعد مدعی علیہ مذکور کیساتھ دو سال تک رہی نو سال سے اپنے میکہ میں ہوں اس عرصہ میں نہ خرچ دیا اور نہ ہی خبر لی اور مدعی علیہ کی صلب سے ایک بچی بھی ہے مدعی علیہ کے یہاں جانے میں جان کا خطرہ ہے ان سب حالات کے پیش نظر مدعی علیہ سلوان علی سے اپنا رشتہ ختم کرنا چاہتی ہوں۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۶ر ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹ر مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل بوقت ۳ بجے دن مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء اترپردیش دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، بصورت عدم حاضری مقدمہ فیصل کر دیا جائے گا۔

قاضی شریعت
مرکزی دارالقضاء اترپردیش ندوۃ العلماء لکھنؤ

براہ کرم جواب طلب امور کے لئے جوابی خط ارسال کریں نیز حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ (منیجر)

حج
وحدت ومساوات کا سبق

مولانا حبیب ریحان ندوی ازہری

تیسرے عالمی حج سیمینار منعقدہ حیدرآباد ۱۱-۱۲ر مئی کے لئے لکھے طویل مضمون کا..... ایک ورق

اسلام توحید کا مذہب ہے، خالق کائنات کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا اور یہ بتاتا ہے کہ خالق ومخلوق کے درمیان جو رشتہ ہے وہ آقا اور غلام، حاکم اور محکوم کا ہے اور اسی لئے اپنے برگزیدہ اور محترم انسانوں اور فرشتوں کو سب سے بڑا لقب عبدیت کا عطا کیا ہے کیونکہ وہ معبود برحق کے وفادار، اطاعت شعار اور حکم بردار بندے ہیں۔

وحدت واتحاد کا سبق

توحید کے ساتھ ساتھ اسلام وحدت واتحاد اور محبت والفت کا مذہب بھی ہے وحدت کا یہ تصور نظریہ توحید کے عین موافق ہے کیونکہ سارے انسان خدا کی مخلوق ہیں اور ان میں تفاضل اور بزرگی صرف تقوی یعنی خدا کی اطاعت اور حکم برداری کی نسبت سے پائی جاتی ہے، وحدت کا یہ تصور اس کی عبادات اور قوانین میں بھی پایا جاتا ہے ساری دنیا کے باشندوں کو ایک کعبہ کی طرف اپنے چہرہ کا رخ کرنا اور اسے قبلہ بنانا اور اسی محور پر اپنے دلوں کی دھڑکنوں کو مرکوز کرنا، پھر بغیر کسی عذر کے عام حالات میں نماز جماعت سے پڑھنا اور ایک ہی صف میں محمود و ایاز کا کھڑا ہو جانا اور قیامت تک کعبہ اور مسجد حرام اس واحد ووحید کا بخشا ہوا وہ تحفہ ہے جو اہل نظر کے لئے روشنی کا مینارہ اور اہل قلوب کے لئے حلاوت اور چاشنی کا شہد مصفی ہے، روزہ اور زکوٰۃ کی حکمت بھی اخوت ووحدت واتحاد ہے روزہ ایک ہی مہینہ میں سب کو رکھنا ہے زکوٰۃ امیر و غریب کے تعلقات میں استواری اور محبت والفت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

حج اس وحدت کا سب سے بڑا منظر ہے دنیا کے کونے کونے سے یورپ وامریکہ، ایشیا وافریقہ اور مشرق و مغرب وشمال وجنوب کے تمام دور دراز علاقوں سے جہاں کہیں بھی کوئی خدائے وحدہ لاشریک لہ کا ماننے والا ہے وہ اعضاء وجوارح کے پورے خضوع اور قلب ونظر کے پورے حضور وخشوع کے ساتھ برکتوں کے شہر مکہ آتا ہے اور رحمتوں کی بارش اور انوار کی ریزش جہاں ہوتی ہے اس گھر کا طواف کرتا ہے، نہ کوئی سید ہوتا نہ کوئی چمار نہ کوئی آقا ہوتا نہ کوئی غلام نہ کوئی اونچا ہوتا اور نہ کوئی نیچ کا بلکہ سب کے سب ایک خالق ومالک اور حاکم کل کے بندے بن کر آتے ہیں غرور کبریائی کے لباس کو اتار کر اور پندار تکبر کی قبا کو چاک کر کے سب احرام کی حالت میں پاک جسم اور پاک دل بن کر آتے ہیں، اپنے نام، وطن، رنگ ونسل اور تمام فانی تعلقات اور تنگ نظریات سے آزاد ہو کر عالمی وآفاقی اور ہمہ گیر پیغام کے علمبردار بن کر وحدت امت کا پیکر بن جاتے ہیں اور اہل ایمان کے عظیم اتحاد کا سبق سیکھ کر دوسروں کو سکھاتے ہیں۔

جارح قومیت ووطنیت کا انکار

کسی قوم، نسل یا ملک کا باشندہ ہونا یا زمین کے کسی علاقہ میں پیدا ہو جانا یا کسی بڑے باپ کی اولاد ہونا فخر، غرور ومباہات کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی انسان کی اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بڑائی اور بزرگی یہ ہے کہ انسان نے خود بڑائی اور بزرگی کے کیا کام انجام دیئے ہیں اور اس کے عقائد واعمال میں بڑائی کے کیا اوصاف پائے جاتے ہیں، خدا کا اسے کتنا خوف ہے اور بندگان خدا کے ساتھ وہ کتنا مشفق ومہربان ہے اور یہی تقوی وفضائل اور نیکی کا وہ معیار ہے جو کامل العیار انسانی کی پہچان ہے۔

وطن سے محبت اپنے خاندان وقبیلے اور نسل سے محبت کوئی بری چیز نہیں لیکن بری چیز یہ ہے کہ اس کی محبت حد سے تجاوز کر جائے اور دوسری قوموں اور ملکوں سے نفرت ہو، ان کی نسل کشی کی جائے اپنی جھوٹی بڑائی کی خاطر چھوٹی قوموں کے نشانات مٹانے کے پلان بنائے جائیں، اپنی ترقی کی خاطر دوسری قوموں کو اقتصادی بدحالی سے دوچار کیا جائے ان پر مصنوعی جنگوں کا تسلط ہو، پہلی اور دوسری عالمی جنگیں اسی قوت کے جذبۂ نفرت آمیز اور نسل پرستی کے نعرۂ تفوق خیز کا نتیجہ تھیں بلکہ دنیا کی ساری جنگیں اسی زہریلے تخم ہلاکت آفریں کی برباد فصلیں ہیں۔

قومیت ووطنیت اس وقت سب سے بڑی لعنت بن جاتی ہے جب وہ اللہ اکبر، خدا کی کبریائی کے مدمقابل کھڑی ہو کر ایک عقیدہ بن جائے۔ بے جان اور خاک وخون میں لپٹا ہوا عقیدہ۔ اور خدائے وحدہ لاشریک لہ کے بنائے ہوئے عام انسانی قانون سے ٹکرانے کی کوشش کرے، زمین کی پوجا کی جانے لگے، وطن کے نام کی قسمیں کھائی جانے لگیں اور نسل انسانی سے چنگیزی روح کا دھواں اٹھنے لگے، زمین ایک ساکن و جامد مٹی کا ٹکڑا اجو اشرف المخلوقات انسان سے بھی افضل نہیں اسے خالق کائنات اور اس کے قانون مساوات انسانی سے افضل بنا دیا جائے اس موضوع سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات اور عقل وحکمت کے دلائل پیش کرنے کا یہ موقع نہیں، اقبال نے اسی جارح، غیر فطری، انسانی سوز وگداز سے محروم اور روحانی طور پر مفلس وقلاش قومیت کے بارے میں کہا تھا

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

انسانی مساوات کا مشاہدہ

اسلامی تعلیمات میں توحید کا وہ کلمۂ جامعہ ہے جو انسانوں کو رب العالمین کی غلامی میں اپنے اختیار وارادے کے ساتھ داخل کرتا ہے۔ ورنہ اس کی غلامی سے تکوینی وفطری طور پر تو کوئی نہ آزاد ہے اور نہ انکار کر سکتا ہے انسانی مساوات کلمۂ توحید کے مفہوم کا دوسرا رخ ہے جب سب کا خدا اور پالنہار اور پیدا کرنے والا ایک ہے تو پھر انھیں ایک دوسرے سے بڑا یا کمتر بنانے کا حق کسی کو بھی نہیں دیا جا سکتا، تمام اسلامی تعلیمات روح مساوات کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں جہاں رنگ ونسل کے فوارق مٹ جاتے ہیں لیکن حج عالم گیر مساوات کا ایسا اجتماع ہے جو ہر سال ہوتا ہے، خدا کے ماننے والے اور توحید کے پیرو ہر جگہ سے وہاں جمع ہوتے ہیں اور زبان سے کچھ کہے بغیر ایسی عظیم مساوات کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کی کوئی ادنی جھلک کسی دوسرے اجتماع میں ملنی مشکل ہے۔ انسانی تفوق و پندار کے جتنے عارضی مظاہر ہیں وہ رنگ وروپ لباس وزینت جیسی جھوٹی اور مصنوعی اشیاء کے ذریعے وجود میں آتی ہیں، اسی عالمی اجتماع میں سب کا ایک ہی لباس بنا دیا گیا جو تقریباً دو سفید چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ عورتوں کے آداب ستر اور حرمت وحفاظت ناموس وآبرو کا اسلام سب سے بڑا پاسدار ہے اس لئے ان کے جسم کا جو حصہ شرعی طور پر ستر ہے اسے ڈھاکنا ضروری ہے اس کے عام مردوں میں ان کا احرام ہوتا ہے سب کے سب برہنہ سر سب کے سب زینت وآرائش کے تمام مظاہر سے بے نیاز۔

خدا کی کبریائی اور اپنی حضوری وغلامی کا اعلان

سب کی زبانوں پر خدا کی کبریائی اور اپنی غلامی کے اظہار کا ایک ہی ترانہ "لبیک اللّٰھم لبیک" "تیرا بندہ عاجز ودرماندہ بندگی کے پورے اظہار عاجزی کے پورے اعتراف اور غلامی کے پورے مظاہرہ کے ساتھ اے اللہ تیرے روبرو تیرے دربار میں اپنے جسم وروح کے ساتھ حاضر ہے۔ یہ اظہار عجز وبندگی، یہ تسلیم کی خو اور یہ رضا بحکم الٰہی کی عادت اس لئے ہے کہ اے خدا تو ہی وہ ذات ستودہ صفات ہے جس کے روبرو حاضری دی جاتی قلب ونظر کی رسائی اور پاکیزگی ہے کیونکہ تو ہی اکیلا خالق ومالک اور بندگی کے لائق ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے، اس لئے شریک نہیں ہے اور نہ بندگی کے لائق ہے کہ تمام حمد وستائش صرف تیرے لئے ہے اس لئے کہ زمین پر، کائنات کے ہر ذرہ پر اور نبات وجماد وانسان پر جتنی بھی نعمتیں اور احسانات ہیں وہ صرف تیرے ہی بخشے ہوئے ہیں۔ یہ عقل وخرد کی رو سے کیسے روا ہے کہ نعمت اعظم،

باقی صفحہ پر

بقیہ درس حدیث

اس سلسلہ میں کسی کا خوف نہ کرے خواہ کتنا ہی بڑا مرتبہ رکھتا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولینصرن اللہ من ینصرہ" (حج ۴۰) اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اسکی ضرور مدد کرتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے "ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الیٰ صراط مستقیم" (آل عمران ۱۰۱) اور جس نے خدا (کی ہدایت کی رسی) کو پکڑ لیا وہ سیدھے رستے لگ گیا مزید فرمایا "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" (روم ۶۹) اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انکو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے اور خدا تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

ایک اور آیت میں اسطرح فرماتا ہے "ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین" (عنکبوت ۳) اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے انکو بھی آزمایا تھا (اور انکو بھی آزمائیں گے) سو خدا ان کو ضرور معلوم کریگا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور انکو بھی جو جھوٹے ہیں۔ یہ نازک ذمہ داری بڑی محنت و جانفشانی کی متقاضی ہے، مگر اجر بھی اسی کے حساب سے ہے، اس فریضہ کی ادائیگی میں مداہنت و چاپلوسی جائز نہیں، نہ ہی اس سلسلہ میں مخاطب کا خوف یا رشتہ داری کا لحاظ درست ہے اس لئے کہ سچائی اور محبت کا یہی تقاضا ہے کہ انکو لوگوں کے حق اور رشتہ کی ذمہ داری کو ادا کیا جائے، ان کا حق یہی ہے کہ ان کو نصیحت کرے، آخرت کی بھلائی والے کاموں کی طرف بلائے بلکہ محبت و بھائی چارگی کا بھی یہی مطالبہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و یطیعون اللہ و رسولہ اولٰئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم" (توبہ ۷۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔"

یہ بات درست ہے کہ اس نازک ذمہ داری کو ادا کرنے میں مشکلات و دشواریاں ہیں لہٰذا اسکے ذرائع اور وسائل کا مہیا کرنا، فضا ہموار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کے نتیجہ میں تشکیل پانے والے اچھے اور صالح معاشرہ کو بقاء و تسلسل حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" (حج ۴۱) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

آیت کریمہ سے انسان کے خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا مفہوم اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے، اور یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں پورے ارکان و آداب کے ساتھ اس کو ادا کرتے ہیں، مطیع و منقاد ہو کر خدا کے سامنے جھکتے اور اظہار عاجزی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں جس کے ذریعہ مال کی حرص و لالچ سے پاک ہو جاتے ہیں، شیطانی وسوسہ پر غالب آجاتے ہیں، کمزوروں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی کفالت کرتے ہیں، اور اس کی عملی مثال پیش کرتے ہیں کہ مسلمان جسم واحد کی طرح ہیں کہ جس طرح جسم کے کسی ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو پورے جسم کو اس کی تکلیف ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے

"باہم میل و محبت، رحمت و شفقت لطف و مہربانی میں مسلمانوں کی مثال جسم واحد کی طرح ہے کہ جب جسم کے کسی حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کا شکار ہوتا ہے۔"

مسلمان امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیتے ہیں، بھلائی اور بہتری کی دعوت دیتے اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرتے ہیں، وہ برائی سے روکتے ہیں، ہر طرح کے شر و فساد اور بگاڑ کا مقابلہ کرتے ہیں، اور اپنے اس فریضہ کی ادائیگی کر کے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ امت مسلمہ کی یہ خصوصیت و امتیاز ہے کہ وہ ناپسندیدہ اور منکر باتوں کو بدلنے پر قدرت رکھتے ہوئے برائی پر باقی نہیں رہ سکتی[1]

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تفصیل و وضاحت فرما دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حالات اور قدرت و صلاحیت کے اعتبار سے کبھی طاقت کے ذریعہ ہوگا، کبھی زبان سے ہوگا، کبھی دل سے برا سمجھنے ہی پر اکتفا کرنی پڑے گی، دل سے برا سمجھنا اور تبدیلی کی فکر کرنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس میں کسی نقصان کا خدشہ نہیں، یہ ایمان کا کمزور اور ادنیٰ درجہ ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد رائی کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں رہ جاتا ہے۔[2]

علماء تشریح فرماتے ہیں کہ طاقت کے ذریعہ امر بالمعروف تو حکام کی ذمہ داری ہے، اور زبان اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ امر بالمعروف یہ علماء کی ذمہ داری ہے، دل سے برا سمجھنا یہ عوام اور کمزوروں کے لئے ہے،

مسلمانوں کا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو ادا کرنے میں۔ استقامت کا ثبوت دینا ایسا کام ہے کہ اسکی ادائیگی میں ان کی دُنیا و آخرت دونوں کی بھلائی اور نفع ہے، اس کے ذریعہ وہ اپنے رب کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں، حدیث شریف میں اس کی تاکید اور اس پر زور کی یہی وجہ ہے، فلیغیرہ

---

[1] فی ظلال القرآن جلد ۴ ص ۲۲۸

[2] فتاویٰ ابن تیمیۃ جلد ۲۸ ص ۱۲۷

[3] تفسیر قرطبی جلد ۴ ص ۴۹

بیدہ یعنی عملاً اس کو ختم کرے۔ کہ برائی کے آلات کو توڑ دے، شراب پھینک دے، کسی کی ملکیت پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے تو اس کو واپس کر دے[1]

اس سلسلہ میں آنے والی آیات و احادیث میں عموم ہے یعنی مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو اس کا حکم ہے، دونوں ہی اپنے اپنے دائرۂ عمل میں اس فریضہ کو انجام دیں گے، یہ ایک اصول ہے کہ خطاب عام جو مردوں سے ہوتا ہے اس میں عام طور پر عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں، سوائے اس کے کہ کسی دلیل کے ذریعہ استثنا (الگ) کیا گیا ہو، ایک آیت کریمہ میں تو اس کی باقاعدہ صراحت بھی موجود ہے، ارشاد ربانی ہے۔

"والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر"

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کے کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

آیت "کنتم خیر امۃ" میں لفظ امت مردوں، عورتوں دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ امت مسلمہ دونوں جنسوں سے مل کر بنتی ہے۔ حدیث شریف "من رأی منکم منکراً" میں "من" سے مراد مرد اور عورتیں دونوں ہیں، "من" کا لفظ دونوں کے لئے عام ہے

جب سے دعوت کے کام کا آغاز ہوا اسی وقت سے عورتیں اس میں شریک رہی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دعوت کے کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگار رہیں، جان و مال دونوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتی تھیں، حضرت عمّار بن یاسر کی والدہ کو ان کے پورے خاندان کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ستایا جاتا تھا، اللہ کے رسول اس دردناک منظر کو دیکھتے تھے اور یہ فرمانے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتے تھے کہ یاسر کے گھر والو صبر

---

[1] تحفۃ الاحوذی جلد ۶ ص ۳۹۳

کام لو اس کا صلہ جنت ہے، آج کے موجودہ دور میں اسکی کتنی شدید ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اپنی عورتوں کو حضرات امہات المومنین کے اسوہ کو اپنانے اور دعوت کے کام میں شریک ہونے کی تعلیم دے اور اسکی تربیت کرے۔

مفہوم حدیث اس حدیث شریف سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) ایک قسم میں دعوت کا کام کرنے والے علماء، مصنفین، اور مفکرین شامل ہیں۔

(ب) دوسری قسم حکام کی ہے جو بازاروں اداروں اور دفاتر کی نگرانی کی ذمہ داری سنبھالے[1] ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ منکر کو روکنے کی قدرت و صلاحیت ہوتے ہوئے اس کا روکنا واجب ہے اگر کوئی اس کام کو صرف ملامت کے ڈر سے چھوڑتا ہے اور کسی نقصان و ضرر کا خطرہ نہیں تو وہ ترک واجب کا مرتکب ہوگا، اگر ہاتھ یعنی قوت و اقتدار سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، یہ بھی نہیں کر سکتا تو دل سے برا سمجھے، اس کے نیچے ایمان کا کوئی درجہ نہیں رہ جاتا[1]

۳ امام نووی کی رائے ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے، ان کی دلیل یہ آیت ہے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون" اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں

اگر امت کے کچھ افراد نے اس فریضہ کو ادا کیا تو باقی لوگ مواخذہ سے بچ جائیں گے اور اور اگر کسی نے بھی یہ فرض نہ ادا کیا تو سب گنہ گار ہوں گے[2]۔ ۴ علماء فرماتے ہیں: کہ جو شخص کسی درجہ میں بھی امر بالمعروف کی قدرت و صلاحیت رکھتا ہے محض اس گمان و خیال سے کہ اس کی دعوت سے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا اس سے یہ فریضہ ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کو حتی المقدور کوشش کرنا ضروری ہے۔ یہ ذمہ داری صرف حکام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو دعوت کا کام کرنے کا حق ہے، علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف کا کام کرنے والے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ خود ہر خامی و کوتاہی سے محفوظ ہو، جس کام کا حکم دے رہا ہے اس پر خود عمل کرتا ہو اور جس بات سے روک رہا ہے اس سے خود بچتا ہو، دعوت کا کام اس پر ضروری

ہے خواہ جس بات کا حکم دے رہا ہے، یا روک رہا ہے خود اس کا مرتکب ہو۔

۵ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام مکمل طور پر شرعی سزاؤں کے بعد ہی انجام پا سکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ذریعہ وہ کام کراتا ہے جو قرآن کے ذریعہ نہیں کراتا، حکام پر حدود کا جاری کرنا فرض ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب فرائض و ذمہ داریوں کے چھوڑنے اور حرام کام کرنے پر سزا دی جائے۔[3]

حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اس امت کا شعار ہے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر امت کے لقب کی نعمت سے نوازا ہے جس کے ساتھ امر بالمعروف کی شرط لگی ہوئی ہے۔ یہ امر بالمعروف کا راستہ بڑا کٹھن ہے کانٹوں اور خار دار جھاڑیوں سے پُر ہے جو طاقتور ایمان اور پاک صاف منور دل کا طالب ہے تاکہ داعی اس بوجھ کو اٹھا سکیں اس راہ کی تکلیفوں کو برداشت کریں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب پختہ ایمان ان کا زادِ راہ، تقویٰ ان کی تیاری، اور اللہ تعالیٰ ان کا سہارا ہو، اور ان کا طریقہ کار و شعار حکمت اور دعوت کا میٹھا اور اچھا انداز ہو، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکمت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ "کسی مسلمان کیلئے زیبا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول اپنے کو ذلیل کرنا کس طرح؟ آپ نے فرمایا اپنے ذمہ ایسا کام لے جس کو کر نہ سکے"۔

۲ حدیث ایسا معاشرہ وجود میں لانے کی دعوت دیتی ہے جو نیکی کو پسند کرتا ہو اور اسکی دعوت دیتا ہو، ناپسندیدہ باتوں کی مخالفت کرتا ہو اور ان سے روکتا ہو ایسا معاشرہ ہو جو اقدار اور اصولوں پر قائم ہو اس میں مساوات ہو، امیر و غریب اور پنچ نیچ کے الگ الگ معیار و پیمانے نہ ہوں۔ ۳ دعوت کا کام کرنے والے اور سوجھ بوجھ رکھنے والے نوجوان کارکنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پر اچھی طرح غور کر لیں کہ دعوت کیلئے زیادہ کامیاب وسائل و ذرائع کیا ہو سکتے ہیں، جان بوجھ کر اس میں کوتاہی واکرنا یہود کی صفات کا مظہر ہوگی،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو کمی پیدا ہوئی، وہ یہ کہ شروع میں جب کوئی کسی ایسے شخص سے ملتا جو برائی کا مرتکب ہوتا تو اس سے کہتا تم خدا سے ڈرو جو گناہ کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے جائز نہیں، پھر دوسرے دن اس سے ملتا تو اس کا یہ عمل اسکو اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے باز نہیں رکھتا تھا، جب انھوں نے ایسا چلن اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر پھوٹ ڈالدی پھر آپ نے فرمایا "لعن الذین کفروا علیٰ لسان داؤد وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون" (مائدہ ۷۸، ۷۹)

"جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اسلئے کہ نافرمانی کرتے تھے، اور حد سے تجاوز کرتے تھے (اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ برا کرتے تھے"

۴ حدیث میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے علم یا سمع کے بجائے لفظ رأی استعمال فرمایا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ داعی پہلے یہ یقین کرے کہ یہ بات تمام علماء کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے جس بات میں اختلاف ہو فتنہ و ہنگامہ سے بچنے کے خیال سے اس میں تبدیلی نہیں کرنا چاہئے۔

---

[1] تفسیر قرطبی جلد ۴ ص ۴۸

[2] صحیح مسلم شرح نووی جلد ۲ ص ۲۳

[3] فتاویٰ ابن تیمیہ۔

بقیہ حج وحدت ومساوات

مربی حقیقی، خالق موجودات اور الٰہ قادر و رحیم تو تو ہو اور میری وابستگی و دلبستگی کسی دوسرے کے ساتھ ہو اور میری حاضری و عاجزی کسی دوسرے کے سامنے ہو۔ یہ نعمتیں سب کی سب صرف تو اپنے خزانۂ قدرت و رحمت سے عطا کرتا ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز تیری ملکیت ہے، یہ عاجز بندہ بھی تیری ملکیت ہے اور تیری توحید کے عہد پر قائم ہے اور شرک سے بیزاری اور تیری کا اعلان عام تیرے روبرو تیرے مقدس مقامات پر کرتا ہے۔

کسی کو کسی پر فضیلت و فوقیت نہیں

اسی ترانۂ توحید کے ساتھ دنیا و آخرت کی نعمتوں کے حصول اور اپنے سابق گناہوں پر توبہ کے ساتھ سب کے سب حاجی احرام کی حالت میں داخل ہوتے ہیں کوئی احرام پہننے سے انکار نہیں کر سکتا سب کعبہ مراد کا طواف کرتے ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے، سب صفا و مروہ پر سعی کرتے ہیں، سب کے سب میدان عرفات میں اپنے خدائے رحمٰن و رحیم کے روبرو دست دعا دراز کرتے ہیں میدان حشر کا منظر ہے اور کفن بردوش یہ نظارہ بتا رہا ہے کہ سب مٹی میں مل کر خاک بن جائیں گے، برابر ہو جائیں گے اور پھر اپنے عقائد و اعمال کے بقدر انجم و شمس و قمر اور کہکشاں بن کر نمودار ہوں گے اسی لئے میدان عرفات سے مساوات کا سبق سیکھو کسی انسان کے اعضاء میں چار آنکھیں، کان یا چھ بازو نہیں ہیں، سب کے سب ایک انسانی جسم اور ایک فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں اس لئے پندار تفوق کے غرور میں بڑھ کر ہوس کی آگ میں نہ کودو اور مرنے سے پہلے انسان بنا سیکھو اور اسلام پر ساری عمر قائم رہو تاکہ اسی پر موت آنا آسان ہو۔

سب کے سب مناسک و مشاعر و مناسک حج میں ایک ہی حالت میں دیکھے جا سکتے ہیں، سب قربانی کرتے ہیں اور شہوت نفس کے اژدہے پر چھری پھیرنا سیکھتے ہیں، غرور کے جذبے کو کچلتے ہوئے اور شیطانی اقتدار و آمریت اور اس کے اثر سے محفوظ رہنے کی علامت کے طور پر جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں لیکن درحقیقت یہ کنکریاں نفس امارہ کے شیطانی خیالات و وساوس پر ماری جاتی ہیں سب کے سب اپنی زبانوں میں دعائیں مانگتے ہیں اور سب کی زبانیں جاننے والا اور سب کی مرادیں سننے اور پوری کرنے والا خدا ان کی حسرتوں اور آرزوؤں کو پورا کرتا کسی عربی کو عجمی پر فضیلت کا گمان ہوتا اور نہ کسی امریکی مسلمان کو افریقی مسلمان پر فوقیت کا شائبہ ہوتا، خدا کی عظمت کے وجدانی اور شہوداتی تجربہ کے بعد کسی مسلمان کو مسلمان کا فرق کوتاہ نظر نہیں آتا۔

الغرض حج میں مساوات کے ایسے سبق ظاہر و عیاں ہیں کہ ان کی تفصیل سیکڑوں صفحات میں کی جا سکتی ہے یہاں صرف ان کی طرف مختصر اشارہ کافی ہے۔